Register .NO. 1287965
Title Code . MAHURD02542

مسلک اہل السنۃ والجماعۃ
کا
نظریاتی ترجمان

دوماہی مجلہ ندائے اسلاف

زیر سرپرستی
جانشین حکیم الاسلام
حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی حفظہ اللہ
مہتمم دار العلوم دیوبند وقف

زیر نگرانی
حضرت مولانا مفتی
عزیز الرحمٰن صاحب فتحپوری حفظہ اللہ
مفتی اعظم مہاراشٹر

مدیر اعلیٰ
جمیل عبداللہ ہاشمی

نائب مدیر
محمد ظفر قاسمی

1 ابتدائیہ / اداریہ
2 درسِ حدیث
3 ختم نبوت
4 غیر مقلدیت
5 مروجہ تبلیغی جماعت کے اغراض ومقاصد
6 مسلمان تاریخ کے آئینہ میں
7 گوشۂ خواتین
8 آپکے مسائل کا شرعی حل



IMAM-E-AAZAM TURST
Shanti Niwas Chawl , Manicha Pada,
Richard Compound, Vasai,(E) Palghar -401208

May-June 2018
جلد۴/شمارہ۳

ندائے اسلاف
NIDA-E-ASLAF

اکاونٹ نمبر Account NO.
Bassein Catholic Co-oprative Bank Ltd.
IMAM-E-AAZAM TURST
A\C .NO 009100100030942

زرتعاون
فی شمارہ/۳۰ سالانہ/۱۵۰ دوسال کے لئے/۳۰۰
پانچ سال کے لئے/۷۵۰ لائف ممبرشپ/۳۰۰۰

خط وکتابت کے لئے رابطہ کریں
امام اعظم ٹرسٹ شانتی نیواس چال، منیچا پاڑہ، ریچرڈ کمپاونڈ، وسئی (ایسٹ) پالگھر ۴۰۱۲۰۸
Shanti Niwas Chawl, Manicha Pada, Richard Compound , Vasai (E) Palghar 401208
Whatsapp NO 6989157805 e-mail : anwj0123@gmail.com

صفحہ نمبر	? فہر ت مضامین

3	دنیائے سے جنّت میں سالم چلے گئے
8	اہل السنۃ والجماعۃ کے اصول
17	انوار حدیث
19	ختم نبوت (فتنۂ شکلیت)
25	غیر مقلدیت (خمار سلفیت: نماز کی چار قسم)
28	کیا یہ اسلاف امت کی شان میں گستاخی نہیں؟
35	مُروّجہ دعوت و تبلیغ کے اغراض ومقاصد
40	مسلمان تاریخ کے آئینہ میں
47	گوشۂ خواتین (ایک لمحۂ فکریہ)

دنیائے غم سے جنّت میں سالم چلے گئے

بحکم مدیر اعلی۔

ازقلم :۔شوکت علی قاسمی
(امام مسجد امام اعظم وسئی)

حضرت اقدس استاد الاساتذہ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی خانوادۂ قاسمی کے علم کے امین و پاسباں، علم وعمل میں باکمال، حکمت وبصیرت میں ممتاز، فہم وفراست میں نمایاں، اخلاق عالیہ کے ایک خوبصورت تصویر، مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کے متفق علیہ ترجمان اور صالحین ملت کی سیرت وکردار کے عکس جمیل تھے۔

ولادت :۔آپ کی ولادت باسعادت علمی خاندان اور بزرگوار والدین کی گود میں ہفتہ کی عید (جمعہ) کے دن بتاریخ ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۴ھ مطابق ۸ جنوری ۱۹۲۶ سرزمین دیوبند میں ہوئی۔

والد محترم ۔حضرت مولانا وقاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ سے کون واقف نہیں؟ آپ کی ذات گرامی سے ہندو بیرون ہند واقف ہے۔ یوں تو حضرت کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا اور لکھا جاتا رہیگا، جن میں انکے اخلاق وکردار، روشن خیالی، اعلی اخلاق کی خوشبو، پاکیزہ زندگی، سنت وشریعت کے پابندی کا تذکرہ مخصوص اور منفرد رہے۔ علمی صلاحیت ولیاقت آپ کو اپنے جدّ امجد قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے وراثت میں ملی تھی، جسکا مشاہدہ بارہا تقریر وتحریر کے ذریعہ ہوا ہے، نیز انہوں نے اپنی اس خداداد صلاحیت کے ذریعہ از ہر الہند دارالعلوم دیوبند جیسی عظیم درسگاہ جو کہ انکے اسلاف کے کوششوں کی مرکز اور امت مسلمہ کی دھڑکتے ہوئے دل (ایمانی قلب) کے مانند ہے۔آپ

آغاز جوانی میں منصبِ اہتمام پر فائز ہو کر ملک و بیرون ملک میں اسکے خدمات اور مقاصد کو عام کر کے ایک عالمی شہرت دلائی۔ اور اسی میں حضرت والا نے اپنے عمر عزیز کا اکثر حصہ صرف کر دیا۔ یہ ذمہ داری صرف اور صرف دارالعلوم دیوبند کی نہیں تھی بلکہ اقوام عالم اور خصوصا مسلمانان ہند کے دین سے انحراف اور عقائد باطلہ جیسی خرابیوں کے ازالہ کے لئے بطور خاص تھی۔ وہ ایک دلفریب اسلوب کے حامل بہترین خطیب تھے، جب انہوں نے اپنے خطابت کا جوہر سرزمین ممبئ میں دکھایا تو سب کے سب انگشت بدنداں رہ گئے۔ جس کے بعد حضرت والا کو فاتح ممبئ کے خطاب سے نوازا گیا۔

والدہ ماجدہ۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حنیفہ خاتون تھا۔ یہ ضلع سہارنپور کے ایک قصبہ رامپور منیہارن کے ایک علمی خاندان کی دخترِ نیک تھیں، صوم وصلوۃ، اوراوراد و وظائف کی بہت پابند تھیں۔

حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ کی تعلیم وتربیت اپنے علمی گھرانے میں محترم والدین کے سائے تلے ہوئی۔ باقاعدہ تعلیم کا آغاز ۱۳۵۱ھ میں ہوا۔ ناظرہ وحفظ قرآن استاد دارلعلوم حضرت پیر جی گنگوہیؒ سے پڑھی، پھر شعبہ فارسی میں داخلہ لئے جن میں بطور خاص مولانا محمد یاسین صاحبؒ، مولانا محمد عاقل صاحبؒ، مولانا منظور احمد صاحبؒ، مولانا سید حسن صاحب دیوبندیؒ سے شرف تلمّذ حاصل کئے۔ بعد ازاں عربی کی تعلیم کا آغاز ہوا، آپ نے حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ سے میزان پڑھی" جو کہ دور حاضر میں یہ شرف صرف آپ کو ہی حاصل تھا، اب حضرت تھانوی کے تلامذہ میں سے کوئی نہیں ہے، میبذی قاری اصغر علی صاحبؒ، مختصر المعانی مولانا عبدالسمیع صاحبؒ، کنز الدقائق مولانا سید اختر حسین میاں صاحبؒ، اور ہدایہ مولانا عبدالاحد صاحب سے پڑھی ہے۔ دورۂ حدیث کے اساتذہ میں حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ صاحب، حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ، حضرت علاّمہ ابراہیم بلیاویؒ صاحب، حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ وغیرہ اساتذۂ حدیث کے علاوہ شیخ الحدیث حضرت مولانا شیخ زکریاؒ کاندھلوی، اور سعودی عرب کے جلیل القدر محدث

عبداللہ بن احمد الناخمیؒ سے بھی اجازت حدیث کا شرف حاصل کیا۔آپ کی فراغت ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں ہوئی۔

درس وتدریس:۔علم کی پختگی اور بہترین تقریری وتحریری صلاحیت کا ثمرہ تھا کہ فراغت کے فوراً بعد دارالعلوم دیوبند میں آپ کی تقرری مسند تدریس پر عاطشانِ علوم نبویہ کو سیراب کرنے کی غرض سے ہوئی ،اولاً نورالایضاح ،ترجمہ قرآن ،وغیرہ کتابیں پڑھائے ،بعدازاں ہدایہ،شرح عقائد،مشکوٰۃ،ابوداؤد ،اور بخاری شریف کا درس بیحد مقبول رہا۔اس کے علاوہ بھی آپ نے مختلف علوم وفنون کی اہم کتابوں کا درس دیا،دورانِ درس پوری کوشش اس بات پر ہوتی کہ طلباء بآسانی کتاب کو سمجھ سکیں۔اخیر میں طلباء کے اشکالات کا تسلّی بخش اور مُسکت جواب دے کر اپنے مقام کے لئے روانہ ہوجاتے تھے،اس کے علاوہ آپ بہت سے علوم فنون میں میں بہترین صلاحیت کے مالک تھے،غوروخوض،فکروتدبّر، بلند ہمت،فہم و فراست،اورعلوم قاسمیہ کی تشریح وتفہیم میں والد بزرگوار کے ہم مثل،تلاوت قرآن کریم سے حددرجہ محبت فرماتے تھے۔اسی دوران مرکز المعارف کا قیام عمل میں آیا اسکی ذمہ داری بھی آپ نے بحسن و خوبی نبھائی،مراسلاتی طریقہ تعلیم کی بنیاد پر اسلامی علوم ومعارف کو نئے اداروں میں زیر تعلیم لڑکے اور لڑکیوں کیلئے آسان اورسہل الحصول بنانے کے لئے جامعہ دینیات دیوبند قائم کیا۔نیز صد سالہ جلسہ میں بھی آپ نے نمایاں کارکردگی انجام دی۔

۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۲ء میں اختلاف ہواتو آپ کے رفقاء کے تعاون سے دارالعلوم وقف کا قیام عمل میں آیا،آپ اس کے سرپرست،پھر مہتمم بنے،اخیر عمر میں کمزوری کے سبب آپ اہتمام سے دست بردار ہوچکے تھے البتہ سرپرست تاحیات رہے،ساتھ ہی ساتھ تدریسی خدمات انجام دے کر اختلاف العلماء رحمۃٌ کا مصداق بن گئے۔

اخلاق وعادات:۔حضرت والا کی ذات گرامی بہت سی خصوصیات کی حامل تھی۔آپ ہر جماعت اور

مکتب فکر کے لئے باوقار اور محترم شخصیت تھے، کسی کی بھی برائی سننا قطعاً گوارا نہیں تھا۔ باوجود اِس کے کہ بہت سے لوگوں نے آپ کے خلاف سازشیں رچیں، اور بدنام کرنے کے لئے مختلف طریقے اپنائے لیکن کبھی بھی آپ نے انکے خلاف اُف تک نہ کہا اور نہ لکھا۔

خطابت :۔ خطابت میں حضرت والا اعلیٰ صلاحیت مالک تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ خطیب العصر اور اور خطیب الاسلام کے نام سے جانے جاتے تھے، آپ زیادہ تر اوقات ملک و بیرون ملک اسفار میں گذارتے تھے، حتیٰ کہ اخیر عمر تک یہ سلسلہ جاری رہا جبکہ اس عمر میں سفر کرنا سب کے بس کی بات نہیں، آپ کے خطابت میں روانی اور آواز نرالی ہوتی، جہاں نامعقول بات کہنی ہوتی لہجہ سخت ہوتا تھا، اس کے علاوہ آپ بے شمار عملی واخلاقی خوبیوں کے حامل تھے، جن سے افادہ اور استفادہ کا سلسلہ تا حیات جاری و ساری رہا۔

کچھ خصوصیات :۔ (الف) جس وقت مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر کا انتخاب ہو رہا تھا، اس وقت آپ کو اور حضرت مولانا محمد رابع حسنی صاحب ندوی کو برابر ووٹ ملے۔ اس وقت آپ نے اپنا ووٹ حضرت مولانا ندوی صاحب کو دے دیا۔ (ب) اسی طرح حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب کے وصال کے بعد اہتمام کے مسئلہ مختلف فیہ ہوا اس وقت آپ کو دارالعلوم کی صدارت آپ کو سونپنے کی بات آئی تو آپ نے یہ کہ کر منع کر دیا کہ مجھے اِس کی ضرورت نہیں۔ (ج) مزید براں جب جمعیۃ علماء کا اختلاف ہوا اس وقت بھی اس کی صدارت آپ کو پیش کی گئی لیکن آپ نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ میں اِس معاملے میں پڑنا نہیں چاہتا۔ (د) پھر اسی طرح جب لے پالک بچوں کے وراثت کا معاملہ اٹھا کہ اسکو بھی وراثت ملنی چاہئے اس وقت آپ نے پارلیمنٹ میں ۳۰ منٹ تقریر کی اور یہ ثابت کیا کہ انکا حصہ شریعت میں نہیں ہے، جسکو حکومت نے بھی تسلیم کیا۔

عہدے ومناصب:۔

(۱) شروع سے آپ مسلم پرسنل لاء بورڈ کے رکن مجلس عاملہ،تاحیات نائب صدر۔

(۲) صدر مجلس مشاورتی بورڈ۔(۳) رکن مجلس انتظامیہ وشوریٰ ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

(۴) کل ہند رابطہ مساجد کے سرپرست۔(۵) سرپرست اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا۔

(۶) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے کورٹ کے رکن۔(۷) رکن مجلس شوریٰ مظاہر العلوم وقف۔

(۸) سرپرست (دوماہی مجلّہ) ’’ندائے اسلاف،، ضلع پالگھر مہاراشٹر۔

مولانا محمد سالم صاحب قاسمی بلاشبہ دیوبندی مکتبِ فکر کو قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اور جملہ اکابر علماء دیوبند کی فکرونظر اور علمی وراثت سے جوڑنے والی ایک اہم کڑی تھی۔

وفات:۔آپ ۲۷ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۴ اپریل ۲۰۱۸ء بروز سینچر دو بجکر بیس منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اولاد:۔اللہ رب العزت نے آپ کو چھ اولاد مرحمت فرمائی (۱) مولانا محمد سلمان قاسمی صاحب (۲) مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب (۳) مولانا محمد عدنان قاسمی صاحب (۴) حافظ محمد عاصم قاسمی (۵) اسماء اعجاز (۶) عظمی ناہید۔اس کے علاوہ لاکھوں کی تعداد میں آپ کی علمی اولاد ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت کے خاندان اور آپ کے ہر خاص وعام متعلقین کو صبر جمیل عطاء فرمائے، امت مسلمہ اور علمی حلقہ میں جو خلاء پیدا ہوا ہے، اس کو پورا فرمائے، اورآپ کے قبر کر نور سے منوّر کر کے جنّت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطاء فرما کر انبیا وصدقین وشہداء کے صف میں کھڑا کریا۔آمین یارب العالمین۔

شوکت علی قاسمی: ۶ (شعبان المعظم) رجب المرجب ۱۴۳۹ھ ۲۳ اپریل ۲۰۱۸ء بروز پیر

اہل السنۃ والجماعۃ کے اصول

ادار یہ

ایڈیٹر کے قلم سے

قسط دوم تقریباً آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔

حنفی ہو یا مالکی، شافعی یا حنبلی؛ تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دینی مسائل کی دلیل پہلے کتاب اللہ میں تلاش کی جائے گی، اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو دوسرے نمبر پر سنت رسول اللہ میں تلاش کی جائے گی، نہ ملنے کی صورت میں تیسری دلیل اجماع کی طرف رجوع کیا جائے گا، اور اجماع میں سب سے پہلے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہ کرام کا اجماع ہے، اس کے بعد ائمہ مجتہدین کا، اگر مسئلہ پر اجماع نہ ہوا ہو تو پھر آخری دلیل قیاس ہے۔ قیاس اس شخص کا معتبر مانا جائے گا جو مجتہد ہو اور مجتہد اس شخص کو مانا جائے گا جس کے بارے میں کچھ مجتہدین نے اس کے مجتہد ہونے کی شہادت دی ہو۔

جیسا کہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: **قلت نعم ،من بلغ رتبة الا جتهاد ،وشهد له بذ لک عدة من الائمة لم يسغ له ان يقلد**۔ ترجمہ: میں کہتا ہوں جو شخص اجتہاد کے رتبہ کو پہنچ چکا ہو اور اسکے حق میں چند ائمہ نے شہادت بھی دے دی ہو اس کے لئے تقلید جائز نہیں ہے۔ (ترک تقلید ایک بدعت ہے ص ۱۸ تالیف اُدیب الکمدانی۔ اردو ترجمہ سید طاہر حسین گیادی ۔ناشر کتب خانہ نعیمیہ دیو بند، یو پی، انڈیا)

لُغوی اعتبار سے اجتہاد کہتے ہیں محنت، مجاہدہ اور مشقت کرنے کو، یہاں پر اجتہاد کا معنی آیت وروایت کے اندر غور فکر کر کے پوشیدہ مسائل کو سمجھنا ہے، اور اس محنت کے نتیجہ میں جو بات سمجھ میں آتی

ہے، اسے رائے کہتے ہیں اس رائے کا تعلق اگر دینی امور سے ہوتو اس کا ماننا لازم اور ضروری ہے اور اگر اس کا تعلق دنیاوی امور میں مشورے اور سفارش کا ہوتو اس کے ماننے نہ ماننے کا بندہ کو اختیار رہے گا۔

نوٹ: قیاس خود دلیل نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ قیاس کے ذریعہ مجتہد دلیل تک پہنچتا ہے؛ جس میں خطا اور صواب دونوں کا احتمال رہتا ہے، یہ بھی یاد رہے کہ یہ احتمال صرف امتی کے قیاس میں ہی رہے گا۔

آپ ﷺ کے قیاس واجتہاد میں نہیں رہتا ہے جیسا کہ آپ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے حوالہ سے پڑھ چکے ہیں کہ آپ ﷺ کا اجتہاد بمنزلہ وحی کے ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو محفوظ رکھا ہے اس سے کہ آپ کی رائے خطا پر ٹھہرے۔ یعنی آپ ﷺ کا اجتہاد بھی حکماً وحی ہے۔

امت کی رائے کی اہمیت قرآن کریم سے

امت کی رائے کی اہمیت کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے مشورہ کا حکم فرماتا ہے ارشاد خوداوندی ہے:

(۱) ''**فا عف عنهم واستغفر لهم وشاورهم فی الأمر**''(سو آپ ان کو معاف کردیجئے اور آپ ان کے لئے استغفار کردیجئے اور ان سے مشورہ لیتے رہا کیجئے)(آل عمران:۱۵۹)

اللہ رب العزت نے ہر کام آپس کے مشورہ سے طے کرنے والوں کی تعریف کی ہے ارشاد خوداوندی ہے :

(۲)''**إستجابوا الربهم وأقاموا الصلاة وأمرهم شوری بینهم ومما رزقنا هم ینفقون**''(اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور وہ نماز کے پابند رہے اور ان کا ہر کام آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے اور ہم نے جو کچھ انکو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں)

(الشوری:۳۸)

علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ جامع بیان العلم میں لکھتے ہیں کہ:

(۳) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ جب تم میں سے کسی کے سامنے کو

ئی مسئلہ آئے تو کتاب اللہ میں جو حکم اس مسئلہ کا موجود ہے اس کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر اس کا حکم کتاب اللہ میں موجود نہ ہو تو حدیث میں موجود حکم کے مطابق فیصلہ کرو، اور اگر ان دونوں میں سے کسی میں بھی اس کا حکم موجود نہ ہو تو اس مسئلہ میں صالحین جو رائے دیں اسی کے مطابق فیصلہ کرو۔
(جامع بیان العلم ج۲ ص ۵۷)

(۴) علامہ جلال الدین سیوطیؒ تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ: امام نوویؒ کی تہذیب میں ہے کہ قرآن شریف نے حضرت عمرؓ کی رائے کی موافقت چار جگہ کی۔ معاملہ قیدیان بدر۔ پردہ۔ مقام ابراہیم۔ تحریم شراب۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے رب نے میری رائے سے تین موقعوں پر اتفاق کیا۔

(الف) اول میں نے عرض کیا یا رسول ﷺ کاش ہم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناتے، اس کے بعد ہی آیت **"واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی"** نازل ہوئی۔

(ب) دوسرے میں نے عرض کیا حضور ﷺ آپ کی ازواج مطہرات کے پاس نیک و بد ہر طرح کے آدمی آتے جاتے ہیں، آپ تو انہیں پردہ کا حکم دے دیتے، اس کے بعد ہی پردہ کی آیت نازل ہوگئی۔

(ت) تیسرے جب ازواج مطہرات حضور ﷺ کے غیرت دلانے میں سب شریک ہو گئیں میں نے کہا: **اجتمع نساء النبی ﷺ فی الغیرۃ علیه فقلت له:** اس کے بعد بالکل ٹھیک یہی الفاظ قرآن شریف میں نازل ہوئے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۲ تا ۱۵۳ بحوالہ بخاری و مسلم)

عسیٰ ربه ان طلقکن ان یبدله ازواجا خیرا منکن (سورۃ التحریم: ۵)۔

(۵) امتی کی رائے کے معتبر ہونے میں دلیل حدیث معاذ بھی ہے؛ حضرت معاذ بن جبل

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ **اجتهد برائی** میں اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا۔ حدیث معاذ صفحہ ۳۳ پر آ رہی ہے۔

(۶) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے قاضی شریح کو کوفہ کا منصب قضاء دیتے وقت جو نصیحت کی اس میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ اگر اس مسئلہ کا حل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ دونوں میں نہ ہو اور اُس سے پہلے اِس مسئلہ میں کسی کا کوئی قول بھی موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں ''چاہنا تو خود اجتہاد رائے کے ذریعہ حل کر لینا، اور اگر چاہو کہ اِس کو مؤخر کر دو تو مؤخر کر دینا اور اجتہاد نہ کرنا''۔ (اجتماعی اجتہاد، ص ۵۲، منصف الدکتور خالد حسین الخالد، مترجم، مولانا محمد عبید اللہ اسعدی، بحوالہ۔ بیہقی ۱۰، ۱۱۵، وجامع بیان العلم)

قارئین کرام: غور فرمائیں کہ جب امتی کی رائے کی یہ اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو مشورہ کا حکم کرتا ہے اور مشورہ کرنے والوں کی تعریف کرتا ہے اور اس کی موافقت کر سکتا ہے اور نبی اس سے خوش ہو سکتے ہیں، اور صحابہ رسول ﷺ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رائے سے اجتہاد کرنے کا اختیار دیے سکتے ہیں۔ تو خود نبی پاک ﷺ کی رائے کی کتنی اہمیت ہوگی۔

اب بھی اگر کوئی شخص کہے کہ ''شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر خدا ﷺ بھی اپنی طرف سے بغیر وحی کے کچھ فرمائیں تو وہ بھی حجت نہیں''، تو ہم اس دور میں اس کا کیا بگاڑ سکتے ہیں؛ جب کہ نہ تو اسلامی حکومت ہے نہ شرعی خلافت۔

کچھ اجتہاد کے بارے میں

اجتہاد۔ مصدر ہے اس سے فعل اجتہد آتا ہے کہا جاتا ہے ''**اجتهد فی الأمر اجتهاداً**''، یعنی کسی آدمی نے اپنے مطلوب کو حاصل کرنے اور اس کی آخری حد تک پہنچنے کے لیے اپنی وسعت وطاقت کو لگا دیا۔ (اجتماعی اجتہاد ص ۵۸)

راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ رائے دو متضاد امور میں سے کسی ایک کو ظن غالب کی بنیاد پر اختیار کرنا ہے۔اسی معنی میں اللہ رب العزت کا یہ ارشاد ہے''**یرونهم مثليهم رأى العين**''(سورہ آل عمران:۱۳)وہ لوگ۔کفار۔مسلمانوں کو اپنے دیکھنے میں ان کا دوگنا دیکھ رہے تھے۔(اجتماعی اجتہاد ص۵۹)

فقہاء نے رائے کے لفظ کو اس چیز کیلئے خاص ومخصوص کرلیا ہے جس کو دل متضاد پہلوؤں کے حامل کسی امر میں تحقیق وجستجو اور غور وفکر کے بعد درست سمجھے۔(اجتماعی اجتہاد ص۵۹)اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد کی رائے وقیاس میں اس کا ذاتی تصرف نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ وہ تو حکم الہی کا پھیلاؤ پیش کرتا ہے۔

دین میں آپ ﷺ کی رائے کی اہمیت ہے

قارئین کرام! آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی عبارت اوپر پڑھ چکے ہیں کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں''اوران امور میں سے بعض کا مدار وحی پر ہے اور بعض کا مدار اجتہاد پر ہے''۔اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ آپ ﷺ اجتہاد بھی کرتے تھے،اور یہ بھی ثابت ہوا کہ دین میں بعض چیزوں کا مدار اجتہاد پر ہے،قارئین آپ یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ اجتہاد غور وفکر تلاش اور جستجو کو کہتے ہیں،اور اس عمل کے بعد جو بات سمجھ میں آتی ہے؛اسے رائے کہتے ہیں،نبی ﷺ کا اجتہاد اتنا معتبر ہے کہ اسے حکماً وحی کہا گیا ہے؛ کیونکہ اس میں خطا کا احتمال نہیں ہے،نبی کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وما ينطق عن الهوىٰ۔ان هوالا وحی يوحی۔**(سورۃ النجم آیت نمبر۴۔۳۔)ترجمہ:اور یہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے۔یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔

دوسری جگہ ہے **وماا تا کم الرسول فخذوه وما نها کم عنه فانتهوا**۔(سورۃ الحشر آیت ۷) یعنی جو کچھ رسول اللہ ﷺ تم کو دیں اس کو لے لو،اور جس چیز سے تم کو روک دیں اس سے رک جاؤ۔اس میں نبی کی دی ہوئی ہر بات داخل ہے؛ چاہے اس کا تعلق اجتہاد ورائے سے ہو یا کسی اور ذریعہ سے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے صرف ارشاد پر ہی نہیں منشا پر بھی عمل کرتے تھے چاہے دنیا کا نقصان ہی کیوں نہ ہو

عن عبداللہ بن عمرُ بن العا ص قال: رآنی رسول اللہ ﷺ قال ابو علی الّولو ی أرا ہ ۔ وعلیِ ثو ب مصبوغ بعصفر مورد۔فقال :ما ھذہٖ ؟ فا نطلقت فاحرقتہ فقال النبی ﷺ: ما صنعت بثوبک! فقلت احرقتہ ،قال افلا کسوتنیہ بعض اھلک

۔(ابوداودشریف۴۰۸۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر میں ہم لوگ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے، میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے اوپر ایک چادر تھی، جو کسم کے رنگ میں ہلکی سی رنگی ہوئی تھی، حضور ﷺ نے دیکھ کر فرمایا: یہ کیا اوڑھ رکھا ہے، مجھے اس سوال سے حضور ﷺ کی ناگواری کے آثار معلوم ہوئے، گھر والوں کے پاس واپس ہوا تو انھوں نے چولھا جلا رکھا تھا، میں نے وہ چادر اس میں ڈال دی، دوسرے روز جب حاضری ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا: وہ چادر کیا ہوئی؟ میں نے قصہ سنا دیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورتوں میں سے کسی کو کیوں نہ پہنا دی، عورتوں کے پہننے میں تو مضائقہ نہ تھا۔

نوٹ: اردو عبارت حکایات صحابہ سے نقل کی گئی ہے (فضائل اعمال اول، حکایات صحابہ ص ۱۰۸)

ایسے تھے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہ کہ دنیا کا نقصان ہوتا ہے تو ہو جائے؛ لیکن آپ ﷺ کے منشا کے خلاف کوئی کام نہ ہونے پائے۔ مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام عمدہ کھجور لانے کے لئے کھجوروں کو گابھا دیا کرتے تھے آپ ﷺ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے منع کر دیا؛ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رک گئے، یہ نہیں کہا کہ یا رسول اللہ! اس میں تو دنیا کا نقصان ہو جائے گا، یا یہ کہ اس کا تعلق تو دنیا سے ہے

، جب آئندہ کھجور کی پیداوار کم ہوئی اور آپ کو معلوم ہوا؛ تو خود ہی آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جیسے کرتے تھے ویسے ہی کرو، تو صحابہ پھر ویسے کرنے لگے۔ یعنی رکے بھی آپ ہی کے کہنے پر اور پھر کرنے بھی لگے آپ ہی کے کہنے پر۔ روایت اور اس کی تفصیل چوتھی دلیل اور اس کا جائزہ میں آرہا ہے۔

یہ تھے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم: کہ دنیا کا بڑے سے بڑا نقصان ہوتا ہے تو ہو جائے؛ لیکن آپ ﷺ کے فرمان کے خلاف کوئی کام نہ ہونے پائے چاہے، اس کا تعلق دنیا ہی سے کیوں نا ہو۔

اصل کتاب سے پہلے جونا گڑھی صاحب کی کتاب کا مکمل اقتباس ملاحظہ فرمالیں

سنئے جناب! بزرگوں کی مجتہدوں اور اماموں کی رائے قیاس، اجتہاد و استنباط اور ان کے اقوال تو کہاں؟ شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر خدا ﷺ بھی اپنی طرف سے بغیر وحی کے کچھ فرمائیں تو وہ بھی حجت نہیں۔ بلکہ خداوند جل وعلا فرماتا ہے: **ولو تقول علینا بعض الاقا ویل ۔لا خذنا منه بالیمین ۔ثم لقطعنا منه الوتین ۔فما منکم من احد منه حا جزین ۔** یعنی اگر ہمارے نبی بھی ہمارے اس دین میں وہ باتیں گھڑ کر کہہ دیں جو ہم نے نہیں کہی تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ کر ان کی رگ جاں کاٹ دیں اور تم میں سے کوئی انہیں ہمارے اس عذاب سے نہ بچا سکے گا۔

قرآن حکیم خود آپ کو حکم دیتا ہے کہ: **وان احکم بینهم بما انزل الله** ''یعنی لوگوں میں خدا کی اتاری ہوئی وحی سے فیصلے کیا کرو۔ حضرت بریرہؓ جب آزاد ہوتی ہیں اور بحکم شرع وہ اپنا اگلا نکاح جو مغیث غلام سے تھا توڑ دیتی ہیں اور مغیثؓ کی قابل رحم حالت اور سچی محبت کو دیکھ کر حضور ﷺ کو رحم آتا ہے اور آپ ﷺ بریرہؓ سے سفارش کرتے ہیں کہ تم اپنا اگلا پچھلا نکاح باقی رکھو۔ تو وہ صاف جواب دیتی ہیں کہ اگر یہ شریعت کا حکم ہے تو مجھے منظور ہے اور اگر جناب اپنی طرف سے فرماتے ہیں تو

میرے دل میں مغیث کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ حضورﷺ فرماتے ہیں ''نہیں یہ تو میری سفارش ہے ۔شرعاتمہیں دونوں باتوں میں اختیار ہے۔ وہ فرماتی ہیں بس پھر مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

بلکہ صحیح مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے رسول خداﷺ فرماتے ہیں'' **انما انا بشر اذا امر تکم بشئی منامر دینکم فخذو به اذا امر تکم بشئی من رای فانما انا بشر** ''یعنی میں تو تم جیسا ایک انسان ہوں جب میں تمہارے دین کی بات بتلاؤں تو اسے تو لے لیا کرو اور جب میں تمہیں اپنی رائے سے کہوں تو میں بھی ایک انسان ہوں۔ یعنی نہ اس کا ماننا تم پر ضروری نہ اس کا ٹھیک اور درست ہونا ہی ضروری۔ تعجب ہے کہ جس دین میں نبی کی رائے حجت نہ ہو اس دین والے آج ایک امتی کی رائے کو دلیل و حجت سمجھنے لگے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:'' **ثم یحدث قوم یقیسون الا موربرائیهم فیهدم الا سلام وینثلم** ''یعنی پھر ایسے لوگ ہوں گے جو دینی مسائل میں قیاس دوڑانے لگیں گے۔ ان کے ہاتھوں اسلام ٹوٹ جائے گا اور اس میں سوراخ ہو جائے گے۔ کتاب مدخل بیہقی میں ہے رسول اللہﷺ فرماتے ہیں:'' **لاتعملوا برائیکم** ''یعنی رائے پر عمل ہرگز نہ کرنا۔ حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں: **ماحدثواک هولاء عن رسول الله ﷺفخذبه و ماقالوه برائیهم فالقه فی الحش** (الانصاف) یعنی یہ لوگ جو خدا کے پیغمبر کی حدیث پہچائیں انہیں تو لے لیا کرو اور جو مسائل یہ لوگ اپنی رائے سے بتلائیں انہیں کوڑے کرکٹ میں ڈال دیا کرو۔ اصول فقہ کی معتبر کتاب اصول الشاشی مطبوعہ احسن المطابع صفحہ ۱۹ سطر ۴ میں ہے:'' **ان العمل بالرای انما یکون عند انعد ام دلیل سواه شرعا** ''یعنی رائے قیاس صرف اسی وقت ہیں جب اور کوئی دلیل شرعی نہ ہو اور ص ۸۹ میں ہے : '' **فانه لاسبیل الی العمل بالرای مع امکان العمل بالنص** ''یعنی جب تک قرآن وحدیث پر عمل ممکن ہو رائے قیاس پر عمل حرام ہے۔

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار مت دیکھ کسی کا قول و کردار

دیکھئے طریق محمدی صفحہ ۴۰، مطبوعہ انصار السنۃ، میرٹھ۔

انوارحدیث

تلخیص از کتاب : حدیث نبوی اور دور حاضر کے فتنے۔

سَیَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یُخَیَّرُ الرَّجُلُ بَیْنَ الْعَجْزِ وَ الْفُجُوْرِ فَمَنْ اَدْرَکَ ذَالِکَ الزَّمَانَ فَلْیَخْتَرِ الْعَجْزَ عَلیٰ الْفُجُوْرِ۔

ترجمہ : لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں آدمی کو مجبور کیا جائے گا کہ یا تو احمق (مُلّا) کہلائے یا بدی کاری کو اختیار کرے، پس جو شخص یہ زمانہ پائے اسے چاہیئے کہ بدکاری اختیار کرنے کے بجائے ''نیک'' کہلانے کو پسند کرے۔

تخریج : اس حدیث کو امام احمد نے اپنے مسند میں دو طریقوں سے روایت کیا ہے (۹۳۹۱) (۷۳۱۷)

تشریح : اس حدیث شریف میں قُرب قیامت کی علامتوں میں سے ایک اہم علامت کو اللہ کے نبی ﷺ نے بیان فرمایا ہے وہ یہ کہ ''ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں لوگوں کے درمیان فسق و فجور، بے ایمانی و بے حیائی کی بہتات ہوگی اور لوگوں کے دلوں میں سے ان برائیوں کی برائی بھی نکل جائے گی، بلکہ برائی کو اچھا اور باعث فخر سمجھا جائے گا، اور جو لوگ برائیوں میں ملوث ہو کر بے حیائی کی آگ بھڑکائیں گے ان کو اچھی نظروں سے دیکھا جائے گا، اور باعتبار زمانہ گرگٹ کی طرح رنگ وروپ، رہن سہن، افکار و نظریات تبدیل کرنے والوں کو ماڈرن، معقول، باشعور اور باعزت شخص سمجھا جائے گا'' جیسا کہ دورِ حاضر کی نگاہوں نے دیکھ لیا کہ آج جو شخص مذہب سے جتنا دور ہو کر مذہبی قوانین سے بے بہرہ ہو کر ناچ گانوں فلمی ڈراموں اور دیگر ذرائع سے بے حیائی و بے غیرتی کو فروغ دیتا ہے اہل زمانہ اسی کو عزت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، اسی کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، اسی کو اپنا ہیرو، ماڈل اور

نمونہ سمجھ کراسی کی طرزِ زندگی کواپنانے کی ہرممکن کوشش کرتے ہیں،اسی طرح دورِحاضر میں جولوگ حرام کمائی کے نئے نئے طریقے ایجاد کرتے ہیں اورعوام کوحرام خوری کا عادی بناتے ہیں،انجام سےبے خبرقوم انہیں کو باشعوراور تخلیقی ذہنیت کا حامل سمجھ کراپنا مسیحااور خیرخواہ مانتی ہے۔

اس کے بالمقابل جولوگ فحش و بے حیائی اورفسق وفجوراور گندگیوں اور خبائث سے دور رہیں گےان کے بارے میں عام رائے یہ ہوگی کہ یہ لوگ بےوقوف ہیں فرسودہ نظریات وعقائد کے پابند ہیں، نرِے مُلّاَ ہیں،زمانہ کےتقاضوں سے بےخبرہیں،دنیاکے حالات سے ناواقف ہیں،ترقی کی راہ میں حائل آہنی دیوار ہیں۔

حضورِاکرم ﷺ نے فرمایا ایسے زمانہ میں انسان کے لئے دو ہی اختیار ہوں گے یا تو سب کی طرح بےحیاء و بےایمان بن جائے اور دنیاوالوں کی شاباشی ومبارکبادی قبول کرے یا اللہ کے حکم کےمطابق ایمان وعمل اورتقویٰ وطہارت کی زندگی گزارے،مگراس صورت میں لوگ اسے یہی طعنہ دیں گے کہ بےقوف اورنکما ہے،مسجد کا ملا ہے،زمانہ سے بےخبرہے۔اسے یہ سارے طعنے برداشت کر کےاپنے کودین پرقائم رکھنا چاہیئے،اسی کوحضور ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص یہ زمانہ پائے اس کوچاہیئے کہ وہ بدکاری اختیارکرنے کے بجائے نیک کہلانا پسندکرے۔

ختم نبوت

(فتنۂ شکیلیت)

از جناب مولانا شاہ عالم صاحب گورکھپوری
نائب ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ قال اللّٰہ تعالیٰ: وَمَنْ یَّبْغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْناً فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ج وَهُوَ فِی الْآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ (آل عمران ۸۵)

ترجمہ: اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین، سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا یعنی نجات نہ پائے گا۔

حضرت محمد ﷺ پر نازل شدہ تمام اصول وقوانین کو مان کر اس پر عمل کرنے کا نام 'اسلام' ہے اور حضور ﷺ کے لائے ہوئے قوانین واصول میں سے کسی ایک چیز کا بھی اگر کوئی انکار کر دے تو اس کا نام کفر یعنی 'غیر اسلام' ہے ۔ کچھ لوگ ماننے کی بات کو تو کرتے ہیں لیکن بے جا تاویل وحجت کے ذریعہ مانتے ہیں اور اپنی غلط بات کو حق منواتے ہیں تو ایسے لوگوں کو 'زندیق' کہا جاتا ہے۔ آیت کریمہ میں یہ پیغام دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا قانون اپناتا ہے تو اللہ کے نزدیک مقبول نہیں۔ مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی خسارہ اٹھائے گا۔

مسلمانوں کے خلاف یہود ونصاریٰ کی ناپاک سازشوں کی ایک کڑی جگہ جگہ جھوٹے مدعیان

مہدویت کا کھڑا ہونا بھی ہے، اب یہ مسلمانوں کا کام ہے کہ وہ کس طرح یہود ونصاریٰ کے ناپاک مصوبوں کو ناکام بنائیں گے؟ نیز اس سلسلہ میں ہر مسلمان پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور کس طرح وہ اپنی ذمہ داریوں کو نبھائیں گے؟

دورِ حاضر کے حالات

ہر آنے والا دن مسلمانوں کے لئے ایک فتنہ لے کر آرہا ہے، حدیث پاک میں ہے کہ میں تمہارے گھروں میں فتنوں کو اس طرح آتا دیکھ رہا ہوں جیسے کہ بارش ہو رہی ہو۔ اس کے مطابق فتنوں کا ایک حیرتناک منظر علماء اسلام کے سامنے ہے۔ ان بھیانک حالات میں ایسا بھی نہیں کہ علماء نے فتنوں کے سد باب میں کوئی کمی و کسر اٹھا رکھی ہے، لیکن فتنوں کا حال یہ ہے کہ ختم ہو تو دور کی بات ان سلسلہ ٹوٹنے کا بھی نام نہیں لیتا۔

جھوٹے مدعیان مہدویت کی بہتات

روزنامہ امت کراچی، ۴/اپریل ۲۰۱۳ء کی مطبوعہ ایک رپوٹ کے مطابق فریب کاری اور جعل سازی اتنی بڑھ چکی ہے کہ ایرن کی جیلوں میں اس وقت ساڑھے تین ہزار سے زائد ایسے افراد ہیں جنھوں نے گذشتہ چھ برسوں کے دوران امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ جیلوں سے باہر ان ساڑھے تین ہزار کذابوں کے لاکھوں حواری موجود ہیں، اخیر میں اخبار نے اس بات کا بھی تحقیقی انکشاف کیا ہے کہ یہ سب کے سب یہودی ہیں یا یہودیوں کے ایجنٹ ہیں۔

ہمارا ملک عزیز ہندوستان بھی سودائیوں سے خالی نہیں رہتا تقریباً ہر سال کسی نہ کسی علاقے میں بنام مہدی دو چار قسمت آزمانے والے پیدا ہو ہی جاتے ہیں، اب کیا کیا جائے اور کیا کہا جائے ایسے بدنصیبوں کو جو پیدا ہوتے ہیں مسلمان گھرانے میں، لیکن آئے دن پیدا ہونے والے فتنوں کا شکار ہو کر اپنا دین وایمان کھو بیٹھتے ہیں، جھوٹے مدعیان کی شکست وریخت سے سبق حاصل نہیں کرتے اور

آسانی سے ہر نئے فتنہ کے ہاتھوں ایمان بیچ بیٹھتے ہیں۔

سید محمد جونپوری، ملا محمد اٹکی، علی محمد باب، مرزا یحیٰ صبح ازل، بہاء اللہ ایرانی، مرزا غلام احمد قادیانی، صدیق دیندار، گوہر شاہی پاکستانی، وغیرہ جھوٹے مدعیان مہدویت کے پیروکاروں کی بھی کمی نہیں۔خدا معلوم ابھی کونسی کسر رہ گئی تھی کہ ایک صاحب ''شکیل بن حنیف'' نامی بھی دربھنگہ بہار سے دعویٰ مہدویت کے میدان میں آٹپکے، کذب وافتراء میں یہ اپنے پہلوں سے کس قدر چھوٹے یا کس قدر بڑے ہیں یہ تو وقت ہی بتائے گا لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بھی یہودیوں کے آلۂ کار ہیں۔ دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ نوجوانوں کا ایک طبقہ دنیاوی تعلیم میں تو آسمان پر کمندیں ڈالنے والا ہوتا ہے لیکن دینی مزاج وتعلیم سے بیگانگی کے سبب پڑھے لکھے ہونے کے باوجود بڑی آسانی سے کہیں مرزا قادیانی کا اور کہیں شکیل بن حنیف جیسے احمقوں کا پیروکار بن کر جہنم کا ایندھن بن رہا ہے۔

فتنوں کی نسبت شریعت اسلامیہ کا اصول

ناظرین کرام ایک طرف ایمان کے ان غارت گروں کے متعلق عقل یہ کہتی ہے کہ ان کا جواب خاموشی میں ہی ہے، اس لئے کہ ان کی تحریروں کو پڑھ کر نہیں سمجھ میں آتا کہ پڑھا لکھا تو دور کوئی جاہل مسلمان بھی ان کے قریب ہوگا۔دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کی تحریروں کے مطابق ۱۹۹۱ سے یعنی آج بیس بائیس سال سے زائد کا عرصہ گذرنے کو ہے جس میں یہ فتنہ زیر زمین اپنے ہاتھ پاؤں پھیلانے میں مصروف ہے۔جگہ جگہ سے اطلاعات مل رہی ہیں کہ پہلے تبلیغی جماعت سے وابستہ کچھ مسلمان اس کا شکار ہوئے لیکن اب یونیورسٹی اور کالج کے مسلمان لڑکے زیادہ تر اس کا شکار ہوتے چلے جارہے ہیں۔ادھر یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ جدید مہدی اپنے گھروندے سے باہر نکلتا ہی نہیں ہے۔ اس کا پہلا اصول یہ ہے کہ اس کو ماننے والا شخص کسی بھی عالم دین سے رابطہ نہیں رکھے گا، نہ کسی عالم سے بات کرے گا۔اس نے اس راز کو پہلے ہی بھانپ لیا ہے باہر نکلنے کے بعد اس کی حقیقت وحیثیت ہر

خاص وعام پر واضح ہو جائے گی، چنانچہ اپنے لئے اس نے یہی حکمت تجویز کر رکھی ہے کہ علماء اسلام کے آہنی پنجوں سے بچنے کی آسان ترکیب یہ ہے کہ زیر زمین رہ کر اپنی دکان چلاؤ۔

ان حالات میں اس فتنے کو اپنی موت مرنے کا انتظار اس لئے نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ بھی قادیانیت کی طرح مسلمانوں کے لئے آزمائش کا ذریعہ بنے گا۔

علاوہ ازیں شریعت کا اصول ومزاج بھی یہ ہے کہ فتنوں کو ایسا سمجھا جائے جیسے کہ آگ کی چنگاری کہ پورے پورے معاشرے کو خاکستر کر دینے میں معمولی سی چنگاری بھی اپنے اندر وہی قوت رکھتی ہے جو بڑی سے بڑی آگ میں ہے، لہذا فتنوں کے خلاف کوئی منصوبہ بندی نہ کرنا بذات خود دانشمندی کے خلاف ہے۔ احادیث شریفہ میں بارہا فتنوں سے خدا کی پناہ مانگنے کی تاکید کر کے امت کو یہی پیغام دیا گیا ہے۔ اب جب کہ شکیل بن حنیف کا فتنہ ہونا اوراس کی فتنہ پردازی واضح ہوگئی تو اس کے تعاقب وتردید میں خاموش بیٹھنے کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی ہے، اور یاد رہے کہ دعویٔ مہدویت دعویٔ نبوت کی پہلی سیڑھی ہے۔

نادیدہ قوتوں کی کرشماتی دنیا

آج کل جگہ جگہ یہ پڑھنے کو ملے گا کہ یہودی ونصاریٰ کی ماورائی طاقتوں اور نادیدہ قوتوں کا شکار ہو کر بہت سے لوگ مہدویت کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں لیکن یہ ''ماورائی طاقت'' کیا ہے اور یہ جھوٹے مدعیان مہدویت ومسیحیت کیسے اور کہاں سے پیدا ہو رہے ہیں اور ماورائی قوتیں کس انداز میں اپنا کام کرتی ہیں اس کے لئے ایک عالم دین کا نیا انکشاف ملاحظہ کیجئے:

مائیکرو چپس : یہودیوں کی کوششیں بھر پور طریقے سے جاری وساری ہیں، اور ایسی چِپ (Chip) ایجاد ہوگئی ہے جس سے ہائی فریکوئنسی مائیکرو ویبز خارج ہوتی رہتی ہیں، اور اگر یہ چِپ کسی کے بدن میں چپکا دی جائے تو اس کے دماغ میں آوازیں گونجنے لگتی ہیں، اور وہ انسان روبوٹ کی

طرح ہر حکم کی تعمیل کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

سوئیڈن ملک کا قصہ

بے خبر انسانوں کے ساتھ خفیہ شیطانی کھیل کی بدترین مثال

رابرٹ نیز لینڈ اسٹاک ہوم کا رہنے والا تھا، وہ مارکٹنگ کے شعبہ سے وابستہ ایک تعلیم یافتہ انسان تھا، ایک مرتبہ وہ بیمار ہوا، بیماری اتنی سنگین نہ تھی، پھر بھی اسے آپریشن کا مشورہ دیا گیا، وہ ایک مقامی ہسپتال میں چھوٹے سے آپریشن کے لئے گیا، آپریشن کے بعد اس نے محسوس کیا کہ اس کی شخصیت تبدیل ہو رہی ہے، عجیب وغریب خیالات اس کے ذہن میں اُتر رہے ہیں، اس کے دماغ میں آوازیں گونجتی رہتی ہیں، گویا وہ کہیں سے بھیجے گئے سگنل کیچ کر رہا ہے، اس نے یہ بھانپ لیا کہ اس کا پیچھا کیا جاتا ہے، کچھ لوگ خفیہ طور پر اسکی حرکات وسکنات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ جب صورت حال زیادہ خراب ہوگئی تو اس نے ایکسرے کرانے کا فیصلہ کیا، ایکسرے میں دکھائی دیا کہ اس کے دائیں نتھنے میں ایک ٹرانسمیٹر نَصب ہے، وہ بھونچکا ہو کر رہ گیا، اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ یہ سب کیا ہے اور اس کے ساتھ کیوں ہو رہا ہے؟ اسے یوں لگا جیسے اس کی ناک میں نکیل ڈال دی گئی ہے، وہ کسی نادیدہ قوت کا غلام ہو گیا ہے۔ اس نے خاموشی سے یہ ٹرانسمیٹر نکلوایا اور اس کا تجزیہ کرانے کے لئے ایک لیباٹری میں لے گیا، وہاں اسے یہ کہا گیا کہ دس دن کے بعد واپس آئے اور پھر دس دنوں کے بعد کیا ہوا؟ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں! ٹرانسمیٹر گم ہو چکا تھا، لیبارٹری سے ہسپتال اور ہسپتال سے لیبارٹری تک پھیلا ہو یہودیوں کا جال منظّم ہو کر کام کر رہا ہے۔ (خلاصہ: دجال جلد۲ مفتی ابولبابہ شاہ منصور)

ناظرین یہ واقعہ اگرچہ کسی اور ملک کا ہے لیکن شکیل بن حنیف یا اس زمانہ کے دوسرے سودائیوں کے حالات کو دیکھا جائے تو پورے اعتماد کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہی طریقہ کار یا اس سے ملتا جلتا کوئی اور نیا طریقہ اپنا کر شکیل بن حنیف جیسوں کو اپنا شکار بنایا جاتا ہے اور شکار ہونے والا یہ سمجھتا

ہے کہ اسے خدائی احکامات مل رہے ہیں،۔فرشتے اس سے باتیں کررہے ہیں۔ذمہ داریاں سونپی جارہی ہیں۔گویا کہ کسی نادیدہ مخلوق سے وہ اپنا گہرا رشتہ سمجھتا ہےلیکن وہ کبھی بھی یہ نہیں سمجھ سکتا کہ کسی ایسی قوت کا شکاراور آلۂ کار بن چکا ہےجس کواس میدان میں بڑی مہارت حاصل ہے۔

اسی لئے حقیقت کی دنیامیں بحث ومباحثہ کےوقت وہ ذلیل ہوگا،رسواہوگا،لاجواب ہوگا سب کچھ ہوگامگراپنے دعاوی سے دست بردارکبھی نہ ہوگا،اوریہی تو وجہ ہے کہ احادیث میں ہمہ وقت فتنوں سے خدا کی پناہ مانگنے کی تاکیدآئی ہے ۔

اھدناالصراط المستقیم

غیر مقلدیت

(خمار سلفیت: نماز کی چار قسم)

از قلم: طٰہٰ سراجی

بیٹا : ابا جی !

باپ: جی بیٹا !

بیٹا: ابا جی ! نماز کی کتنی قسمیں ہیں ؟

باپ: کیا مطلب؟ لگتا ہے آج پھر ہمارے کسی سلفی، پی، ایچ، ڈی، مدنی محقق، حفظہ اللہ کے پاس سے تمہارا گذر رہوا ہے؟

بیٹا: جی ابا ! آپ نے صحیح فرمایا ! آج ایک مدنی، پی، ایچ، ڈی، محقق کی تحقیق میرے سامنے سے گذری، جس میں پی، ایچ، ڈی حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز کی چار قسمیں ہیں، ایک حنفی نماز ہوتی ہے، دوسری نماز شافعی ہوتی ہے، تیسری مالکی ہوتی ہے، اور چوتھی حنبلی ہوتی ہے (ترجمان اہل حدیث ۲۰ جنوری ۲۰۰۰ء)

باپ: یہ ہمارے جتنے بھی، پی، ایچ، ڈی، مدنی حفظہ اللہ صاحبان ہوتے ہیں، نہ جانے یہ لوگ کیوں جاہل مطلق جیسی حرکتیں کرتے رہتے ہیں، دیکھو اب اگر ان مدنی حفظہ اللہ کی یہ بات مان لی جائے کہ نماز کا طریقہ الگ الگ ہونے سے نماز کی حقیقت بھی الگ الگ ہو جاتی ہے پھر تو قرآن کو بھی ایک کے بجائے سات اور دس قرآن ماننا پڑے گا۔

بیٹا: ابا جی !وہ کیسے ؟

باپ: بیٹا ! دیکھو! قرآن مجید دس الگ الگ لب ولہجہ اور طریقہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، مگر آج تک کسی محقق نے (چاہے وہ مکہ کا ہو مدینہ کا) یہ نہیں کہا کہ قرآن الگ الگ لب ولہجہ اور

طریقہ سے پڑھے جانے کی بناء پر یہ ایک نہیں بلکہ سات قرآن ہوگیا، اسی طرح قرآن کریم الگ الگ رسم الخط میں لکھا جاتا ہے دیکھو ہندوستان والوں کا قرآن الگ رسم الخط میں ہے اور سعودیہ سے جو قرآں چھپ رہا ہے اس کا رسم الخط الگ ہے، تو کیا رسم الخط کے الگ ہونے سے یہ کہا جائے گا کہ سعودیہ کا قرآن الگ ہے اور ہندوستان والوں کا قرآن الگ ہے۔ یہ تو اچھا ہوا کہ یہ بات ہمارے ان نقلی مدنی محققوں کے دماغ میں نہیں آئی ورنہ مذہب اسلام اور مسلمانوں کو برباد کرنے لئے کسی خارجی دشمن کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ جانے کب تک ہمارے یہ ڈاکٹر، پی ایچ ڈی، اور ایڈوکیٹ حضرات کتاب و سنت اور ان سے ماخوذ مسائل شرعیہ کو تختۂ مشق بناتے رہیں گے ؟

بیٹا: ابا جی ! آپ کی بات مجھے اچھی طرح سمجھ میں آگئی ہے، یہ ڈاکٹر، ایڈوکیٹ، اور پی ایچ ڈی حفظھم اللہ حضرات ہم سلفیوں کو فریب میں مبتلاء کرنا چاہتے ہیں، اور ایک نماز کوئی نماز بتلا کر حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی تمام مسلمانوں پر زبردست حملہ کرنا چاہتے ہیں۔

باپ: اور ہاں بیٹا ! ہمارے ان پی، ایچ، ڈی حفظہ اللہ نے اپنی اس خطرناک چال کے ذریعہ ہم سلفیوں کو ایک اور بڑی مصیبت میں مبتلاء کردیا ہے،

بیٹا: ابا جی وہ کیسے !

باپ: جی بیٹا ! اگر کوئی بھولا بھالا حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی ان پی ایچ ڈی صاحب سے معلوم کرلے کہ آپ نے پانچویں سلفی نماز کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ جو کہ نہ تو امام احمدؒ والی نماز ہے، نہ امام شافعیؒ والی، نہ امام مالکؒ والی اور نہ ہی امام اعظم ابوحنیفہؒ والی ہے، تو اس وقت ہمارے پی ایچ ڈی حفظہ اللہ صاحب تو بے سرپیر کی بات کرکے نکل جائیں گے اور مصیبت ہم سلفیوں پر آجائے گی جو کہ ان کی بدفہمی کو تحقیق سمجھ کر انکے مقلد بن گئے ہیں۔

بیٹا: ابا جی ! جب ہم سلفیوں کی نماز ائمۂ اربعہ والی نماز نہیں ہے جو کہ کتاب وسنت اور

طریقہ صحابہ کے مطابق ہے تو کیا ہماری یہ نماز شوکانی اور میاں نذیر حسین والی ہے؟ یا پھر کہیں ایسا تو نہیں ہماری یہ نماز وِوِوِووکٹوریہ والی ہو ؟

باپ: پتہ نہیں بیٹا ! اور ہاں ایک بات یاد رکھنا وکٹوریہ کا لفظ اپنی زبان سے کبھی مت نکالنا، ایک تو ویسی بھی اکثر لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ ہماری جماعت انگریزوں کی پالیسی کا نتیجہ ہے اور جب سے یہ انگریزی علوم والے کتاب وسنت سے بے بہرہ لوگ ڈاکٹر، انجینیئر ، پی ایچ ڈی اور ایڈوکیٹ حضرات ہمارے پرچارک بنے ہیں تب سے تو مجھے بھی شک ہونے لگا ہے۔

بیٹا: کیا ؟؟؟

باپ: کچھ نہیں بیٹا ! کچھ نہیں ۔

کیا یہ اسلاف امت کی شان میں گستاخی نہیں؟

ازقلم: جناب جمیل عبداللہ ہاشمی صاحب

اِس وقت بہت سے ناعاقبت اندیش مصنفین اپنے غلط افکار ونظریات کے ذریعہ سلف صالحین کے منہج کا مقابلہ کرنے پرآمادہ ہیں ا۔انہیں میں سے ایک نام ''عبدالواحد انور یوسفی'' کا ہے۔مولانا عبد الواحد انور یوسفی صاحب اپنی کتاب ''تقلید اور وجوب تقلید کے دلائل کا مختصر جائزہ'' میں لکھتے ہیں: لفظ تقلید لغوی اصطلاحی اور شرعی کسی بھی اعتبار سے قابل تعریف نہیں ہے نہ ہی اس کی کوئی فضیلت ثابت ہے جن معنوں میں تقلید کا لفظ استعمال ہوا ہے، اسے انسانوں پر منطبق کرنا انسانیت کی تذلیل وتوہین ہے ۔

(تقلید اور وجوب تقلید کے دلائل کا مختصر جائزہ۔ص۱۳تا۱۴، ناشر: مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ سونس ، کھیڈ ، رتنا گیری۔شعبۂ دعوت وتبلیغ جماعت المسلمین مہسلہ ، رائے گڑھ)

تبصرہ: آیئے یوسفی صاحب کی مذکورہ بالا عبارت کا جائزہ لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کیا واقعی جن معنوں میں تقلید کا لفظ استعمال ہوا ہے، اُسے انسانوں پر منطبق کرنا انسانیت کی تذلیل وتوہین ہے؟۔

(ا) تقلید کا لغوی معنٰی: مشہور لغوی امام علامہ قرشیؒ فرماتے ہیں: تقلید درگردن افگدن حمیل و غیر آن کے۔تقلید کا معنٰی کسی کے گلے میں ہار وغیرہ ڈالنا۔

(الکلام المفید فی اثبات التقلید ص ۲۹ مصنف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ ناشر مکتبہ علمیہ سہارنپور)

قارئین کرام آپ نے دیکھا کہ تقلید کا لغوی معنٰی گلے میں ہار وغیرہ ڈالنا ہے۔اور صدیاں گواہ ہیں یہ عمل تسلسل کے ساتھ جاری ہے خاص کر خوشی کے مواقع پر ایسا بہت ہوتا ہے۔آج تک کسی عقل مند

انسان نے اس عمل کو انسانوں کی تذلیل وتوہین تو کیا غیر پسندیدہ بھی نہیں کہا ہے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت اسماءؓ سے ہار مانگا تھا: عبارت یہ ہیں: ''**استعارت من اسماء قلادة**'' (الکلام المفید فی اثبات التقلید ص۲۹ بحوالہ بخاری شریف ج اص ۴۸)

تقلید کا اصطلاحی معنی

(۲) علامہ ابن ملکؒ اور علامہ ابن العینیؒ فرماتے ہیں کہ: **والتقلید عبارة عن اتباعہٖ فی قوله او فعله معتقداً لحقيته من غير تامل فی الدليل ۔**

(الکلام المفید فی اثبات التقلید ص۳۱ بحوالہ شرح منار مصری ص۲۵۲)

تقلید دوسری کے قول یا اس کے فعل میں اسکی اتباع کا نام ہے یہ اعتقاد کرتے ہوئے کہ وہ حق ہے بغیر اس کے کہ دلیل کی فکر میں پڑے (کہ اس کی دلیل کیا ہے)

(۳) حامی کی شرح نامی طبع مجتبائی دہلی ص۱۹۰ میں ہے: **التقليد اتباع الغير علىٰ ظنّ انه محق بلا نظر فی الد ليل**۔ تقلید غیر کی اتباع کا نام ہے۔ دلیل کی طرف دھیان کئے بغیر اس خیال سے کہ غیر اہل حق میں سے ہے۔ (الکلام المفید فی اثبات التقلید ص۳۲)

قارئین آپ دیکھ رہے ہیں کہ تقلید کا اصطلاحی معنی دو محقق علماء نے بیان کیا ہے لیکن کسی نے یہ نہیں کہا کہ ''لفظ تقلید اصطلاحی اور شرعی کسی بھی اعتبار سے قابل تعریف نہیں ہے نہ ہی اس کی کوئی فضیلت ثابت ہے جن معنوں میں تقلید کا لفظ استعمال ہوا ہے، اسے انسانوں پر منطبق کرنا انسانیت کی تذلیل وتوہین ہے''۔ جو بات ان اسلاف کو نہیں سوجھی وہ ان نام نہاد اہلحدیثوں اور غیر مقلدوں کو سوجھ رہی ہے۔ اسی طرح بلا دلیل یہ موقع پرست اکابر کی باتوں کو ٹھکرایا کرتے ہیں۔ اور اپنا نام سلفی رکھتے ہیں تا کہ عوام سمجھے کہ یہ بزرگوں والے ہیں۔

ونقل ابن الصلاح الأ جماع على أنه لا يجوز تقليد غير الا ئمة الأ ربعة

فی الفتوی و الحکم،(ترک تقلید ایک بدعت ہے ۵۰ بحوالہ ہدایۃ الموفقین ص ۶۶)

(۴) مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن صاحب حضرت امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: **قال الشافعیؒ فی مواضع من الحجج قلتہ تقلیداًلعطاءؒ**۔(الکلام المفید فی اثبات التقلید ص ۴۱ بحوالہ الجنہ ص ۶۸) حضرت امام شافعیؒ نے بہت سے مقامات میں کہا ہے کہ میں نے حضرت عطاءؒ کی تقلید میں یہ کہا ہے۔

قارئین کیا امام شافعیؒ نے لفظ تقلید کو اپنے لئے استعمال کر کے اپنی توہین اور تذلیل کر لی ہے؟ نعوذ باللہ۔ قارئین کرام غور فرمائیں کہ اس غیر مقلد نے کیسے کیسے اکابر کی توہین کی ہے۔

(۵) امام حمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: **ومن زعم أ نہ لا یری التقلید ،ولا یقلد دینہ احدا ،فھو قول فا سق عند اللہ و رسولہ ﷺ اء نما یرید بذا لک ابطال ألا ثر ،وتعطیل العلم والسنۃ والتفرد بالرأی والکلام والبدعۃ والختلاف۔**

〈تر ک تقلید ایک بد عت ھے ص۱۲ بحوا لہ طبقات الحنا بلۃ للا مام ابن ابی یعلی الفراء ۳۱/۱و۶۰/۱فی الطبعۃ الجدیدۃ التی طبعت بمنا سۃ الا جتفال بمرور ما ئۃ عا م علی تا سیسی المملکۃ علی تفقۃ خا دم الحر مین الشرفین الملک فھد بن عبد العزیز〉

جس شخص کا گمان ہے کہ تقلید کوئی چیز نہیں اور وہ دین کے معاملہ میں کسی کی تقلید نہیں کرتا تو اس شخص کا قول خدا اور اس کے رسول کے نزدیک ایک نافرمان کا قول ہے جو اپنے اس قول کے ذریعہ علم و سنت کو رائیگا اور اثر کو باطل کرنا چاہتا ہے اور خود رائی بکواس بدعت اور اختلاف کی بنیاد رکھنا چاہتا ہے۔

(۶) امام ابوبکر الجصاص الرازیؒ "**واذا جا ء ھم امر من الا من اوالخوف**" الخیر (آل عمران: ۸۳) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: **ان العامی علیہ تقلید العلماء فی**

احکام الحوادث۔(الکلام المفید فی اثبات التقلید ص۶۴ بحوالہ احکام القرآن ج۲ص۲۱۵)یہ کہ عامی پر پیش آمدہ مسائل کے احکام میں علماء کی تقلید لازم ہے۔

قارئین یہاں امام رازیؒ نے (علماء کی تقلید کو عامی کے لے)لفظ تقلید کو عامی کے لئے لازم قرار دے کر کیا عامی کی توہین اور تذلیل کی ہے یا اس غیر مقلد نے؟۔

(۷)امام ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں:تقلید کی نفی عوام کے حق میں نہیں،علماء کے حق میں ہے۔ (تقلید کا حکم کتاب وسنت کی روشنی میں ص۵۳ بحوالہ جامع بیان العلم وفضلہ:۲۔۹۷۵،۹۸۹)

کیا امام ابن البرؒ نے لفظ تقلید کو عوام کے لئے استعمال کر کے عوام کی توہین اور تذلیل کی ہے۔یا یہ اس غیر مقلد کی جہالت ہے؟

(۸)حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں:**وحمل علی ذالک قول ابن الصلاح لا یجوز تقلید غیر الا ئمۃ الا ربعۃ أ ی فی قضاء واء فتاء۔**

(ترک تقلید ایک بدعت ہے۵۰ بحوالہ عقد الجید ص۴۹)

علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ ابن صلاح نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ قضاء اور افتاء میں ائمہ اربعہ کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں۔امام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ یہی محمل ہے ابن صلاح کے اس قول کا کہ ائمہ اربعہ کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں ہے یعنی افتاء اور قضاء میں۔

(۹) ولم تختلف العلماء ان العامة عليها تقليدعلمائها و أنهم المرادون بقول الله عزوجل (فاسئلوا اهل الذكر اِن كنتم لا تعلمون) وأجمعوا على ان الاعمى لا بد له من تقليد غيره ممن يثق بميزه بالقبلة اذا اشكلت عليه فكذالك من لا علم له و لا بصر بمعنى ما يدين به لا بد له من تقليد عالمه .(جامع بيان العلم و فضله ج ٢:ص١٥٥)ط۔

ترجمہ:۔اس معاملہ میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عوام پر علماء کی تقلید واجب ہے،اوراس میں بھی علماء کا اختلاف نہیں ہے کہ اللہ تعالی کے قول **فاسئلو اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون،** سے علماء ہی مراد ہیں اوراس پر بھی علماء کا اجماع ہے کہ اندھے آدمی پر جب قبلہ کا رخ مشتبہ ہو جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ کسی ایسے شخص کی تقلید کرے جس پر قبلہ کی تمیز کرنے کا وثوق ہو ،اسی طرح دین کے معاملے میں جس شخص کے اندر علم وبصیرت کا فقدان ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ عالم کی تقلید کرے۔

(۱۰) حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: **فا ن کان انسان جا ھلاً فی بلاد الھند الیٰ قولہ وجب علیہ ان یقلد بمذھب ابی حنیفۃؒ ویحرم علیہ الخروج من مذھبہ**۔الخ (الکلام المفید فی اثبات التقلید ص ۱۱۵ بحوالہ انصاف ص ۷۰) جب کوئی انسان ہندوستان (وغیرہ علاقوں) میں جاہل ہو (آگے فرمایا) تو اس کے لئے واجب ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی تقلید کرے اوراس کے لئے اس سے نکلنا حرام ہے۔

کیا کوئی مسلمان شاہ صاحبؒ پر یہ الزام لگا سکتا ہے کہ شاہ صاحبؒ نے یہاں پر لفظ تقلید کو جاہلوں کے لئے واجب کہہ کر کیا جاہلوں کی توہین اور تذلیل کی ہے؟۔اور کیا کوئی اس بات سے انکار کرسکتا ہے کہ اس غیر مقلد نے شاہ صاحب اور انجان لوگوں کی توہین نہیں کی ہے؟۔یہ ہے غیر مقلدیت کا نشہ جب چڑھتا ہے تو عام انسانوں کی تو کیا بڑے سے بڑے امام کی توہین سے پرہیز نہیں کرتا ہے اللہ تعالیٰ فتنہ غیر مقلدیت سے مسلمانوں کو محفوظ فرمائے۔آمین

(۱۱) حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں'' **لا ن الناس لم یزالوامن زمن الصحابۃؓ الیٰ ان ظھرت المذاھب الاربعۃ یقلدون من اتفق من العلماء من غیر نکیر یعتبر انکارہ ولو کان ذٰلک با طلاً لا نکروہ**'' الخ (الکلام

المفید فی اثبات التقلید ص ۱۱۵ بحوالہ عقید الجید ص ۲۹)

حضرت صحابہ کرامؓ کے زمانہ سے لے کر مذاہب اربعہ کے ظہور تک لوگ علماء کرام میں سے جس کا بھی اتفاق ہوتا برابر تقلید کرتے رہے اور بغیر کسی قابل اعتبار انکار کے یہ کاروائی ہوتی رہی اگر تقلید باطل ہوتی تو وہ حضرات ضرور اس کا انکار کرتے۔

(۱۲) امام ابن تیمیہؒ کا ارشاد: ''جمہور امت کا یہ قول ہے کہ فی الجملہ اجتہاد اور فی الجملہ تقلید جائز ہے۔ ہر ایک شخص پر فرداً فرداً اجتہاد کو واجب اور تقلید کو حرام نہیں کہتے اور نہ ہی ہر ایک پر تقلید کو واجب اور اجتہاد کو حرام کہتے ہیں۔ جمہور کا کہنا ہے: کہ اجتہاد کی قدرت رکھنے والے پر اجتہاد واجب ہے اور اجتہاد سے عاجز کے لئے تقلید جائز ہے۔

(تقلید کا حکم کتاب وسنت کی روشنی میں ص ۵۳ بحوالہ مجموعہ فتاوٰی ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۰۴)

(لیف: غیر مقلد عالم وصی اللہ محمد عباس)

(۱۳) غیر مقلدین کی مشہور کتاب ''کرامات اہل حدیث'' صفحہ ۷۲ پر مولانا عتیق اللہ صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ: قابل تقلید شخصیت۔ (کرامات اہل حدیث میں صفحہ ۷۲ ناشر مسلم پبلکیشنز)

کیا غیر مقلد عبدالواحد صاحب یہاں پر بھی یہ کہیں گے کہ کرامات اہل حدیث لکھنے والے نے مولانا عتیق اللہ صاحب کو قابل تقلید بتا کر یعنی لفظ تقلید کا استعمال کر کے ان کی توہین اور تذلیل کی ہے۔

(۱۴) شیخ عبدالغنی نابلسیؒ فرماتے ہیں: **وامانتقلید مذهب من مذاهبهم الأن غير المذاهب الا ربعة فلا يجوز** الخ اس دور میں ائمہ مجتہدین میں سے ائمہ اربعہ کے مذاہب کے علاوہ دوسرے کسی کے بھی مذہب کی تقلید جائز نہیں۔ (ایضاح المسالک ۲۳ بحوالہ **خلاصة التحقيق فی بيان حكم التقليد والتلفيق** ص ۳

(۱۵) حضرت شاہ صاحبؒ کا ارشاد: **ان هٰذه المذاهب الاربعة المدونة**

المحرره قد اجتمعت الامة اومن يعتد به منها على جواز تقليد ها الیٰ یو منا ھٰذ،الخ ان چاروں مدون وجمع شدہ مذاہب کی تقلید کے جواز پر آج تک امت کے قابل اعتماد افراد کا اجماع رہا ہے۔(ایضاح المسالک ۲۴ بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ ج اص ۱۵۴)

مُروَّجہ دعوت وتبلیغ کے اغراض ومقاصد

(حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کے ملفوظات کی روشنی میں)

از قلم: جناب جمیل عبداللہ ہاشمی صاحب

گذرتے ہوئے ہر ہر لمحہ کے ساتھ وقت، زمانۂ خیر القرون سے دور اور قیامت کے دجالی زمانہ سے قریب سے قریب تر ہوتا جارہا ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل باطل دن بدن مضبوط اور اہل حق (مسلمانِ عالم) ہر لمحہ کمزور ہوتے جارہے ہیں، اور ہمیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ باطل کو اپنی اسکیموں سے اتنی قوت نہیں ملتی، جتنی زیادہ قوت اسے ہماری کمزوریوں اور بدحواسیوں سے ملتی ہے، اور مسلمانوں کی سب سے بڑی کمزوری اتحاد کی رسی کو چھوڑ کر، ایک نئے تعصبی اختلاف کی جانب بڑی بیبا کی سے قدم اٹھانا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی شاید ہی کوئی ایسی تنظیم اور جماعت ہوگی جو اختلاف کی شکار نہ ہو، انہیں میں سے ہماری تبلیغی جماعت کا ختلاف بھی ہے، اور اختلاف بھی اس درجہ کا کہ بعض احباب مسجدوں میں ہی دست وگریباں ہوجاتے ہیں، اختلاف بھی ایسا جس نے تبلیغی جماعت کی روح ومقصد کو ہی بالکل جڑ سے ختم کردیا، کل تک جو لوگ مسجدوں سے دور لوگوں کو مسجد میں لانے کی فکر کیا کرتے تھے، آج وہی لوگ مسجدوں سے جڑے ہوئے لوگوں کو اور مسجد میں آئے ہوئے مسلمانوں کو دھکے دیکر مسجدوں سے بھگا رہے ہیں، کل تک جو لوگ اکرامِ مسلم اور اپنے خلاق کے ذریعہ بلا تفریق و مسلک و مذہب وملت پتھر سے پتھر دل انسان کے دل کو موم کی طرح پگھلا کر اسے اسلامی تعلیمات کا گرویدہ اور سنتِ نبوی کا شیدائی بنا کر اپنی نجات اور امت کی ہدایت کا ذریعہ بنادیتے تھے آج وہی لوگ جماعت کے اغراض ومقاصد سے انحراف کی بناء پر لوگوں کے دلوں میں کجی پیدا کررہے ہیں، تبلیغی تحریک کے احباب کی انہیں بے اعتدالیوں کو دیکھتے ہوئے کئی دوراندیش ارباب حل عقد بیحد متفکر ہوگئے یہاں

تک کہ ملک اور بیرونِ ممالک سے کئی احباب مختلف پیرائے اور انداز سے ایک ہی سوال بار بار دہراتے ہیں کہ دعوت وتبلیغ کے کام کے بارے میں آپ کا کیا موقف ہے؟ اس لئے راقم الحروف نے ہر ایک کو الگ الگ جواب دینے سے یہ بہتر سمجھا کہ کیوں نہ تبلیغی جماعت کے وہ اغراض ومقاصد کو تحریری شکل بیان کر دئے جائے جن کے حصول کے لئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اس تحریک کو شروع فرمایا تھا اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ اسی مشن پر قائم رہے۔ تاکہ افادۂ عام ہو سکے۔

آیئے اب اس تحریک کے ان اغراض ومقاصد پر بھی ایک نظر ڈالتے ہیں، جن کے حصول کے لئے مُروَّجہ تبلیغی جماعت کے روح رواں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اس تحریک کی بنیاد ڈالی تھی۔ مثلاً

(۱) دین کی رسم اور موجودہ صورت کو دین کی روح اور حقیقت میں بدلنا تھا،

(۲) اور پورے دین کو اپنی صحیح ترتیب کے ساتھ زندگیوں میں لانا تھا، نہ کہ کسی خاص چیز کی اشاعت،

(۳) اس کام میں اجتماعات نہ بنیاد تھے نہ مقصود بلکہ بازار سے مسجد تک اور مسجد سے بیت اللہ تک کے نظام کو درست کرنا تھا،

(۴) اسلام کے پورے علمی وعملی نظام سے امت کو وابستہ کرانا تھا ،

(۵) اور لوگوں میں دین کی طلب وقدر پیدا کرنا تھا

(۶) ہر جگہ کے عوام کو وہاں کے علماء اور اہلِ اللہ سے جوڑنا تھا۔

بطور رہنمائی وحجت کے چند ملفوظات ملاحظہ فرمائیں

(حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات)

(۱) فرمایا: ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو : جمیع مَا جَاءَ بِهِ النَّبیُّ : سکھانا (یعنی اسلام کے پورے علمی وعملی نظام سے امت کو وابستہ کردینا) یہ تو ہے ہمارا اصل مقصد، رہی قافلوں کی یہ چلت پھرت اور تبلیغی گشت، سو یہ اس مقصد کے لئے ابتدائی ذریعہ ہے، الخ (ملفوظات ۲۴/صفحہ ۳۲)۔

(۲) فرمایا: ہماری اِس تحریک کا اصل مقصد اِس وقت بَس دین کی طلب وقدر پیدا کرنے کی کوشش کرنا ہے نہ کہ صرف کلمہ اور نماز وغیرہ کی تصحیح وتلقین (ملفوظات/ ۹۱/ صفحہ ۷۷)

(۳) فرمایا: اپنی اس تحریک کے ذریعہ ہم ہر جگہ کے علماء اور اہلِ دین اور دنیاداروں میں میل ملاپ اور صلح وآشتی بھی کرانا چاہتے ہیں...... پھر امت کے مختلف طبقوں اور گروہوں میں مصالحت کی کوشش کا جو اجر ہوگا اس کا کوئی کیا اندازہ کرسکتا ہے۔(ملفوظات/۱۰۲/صفحہ/۸۴)

(۴) فرمایا: ہماری اس دینی دعوت میں کام کرنے والے سب لوگوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھا دینی چاہئے کہ تبلیغی جماعتوں کے نکلنے کا مقصد صرف دوسروں کو پہنچانا اور بتانا ہی نہیں ہے بلکہ اس ذریعہ سے اپنی اصلاح اور اپنی تعلیم وتربیت بھی مقصود ہے الخ ..ملفوظات/۱۳۴/صفحہ ۱۱۰/)

(۵) فرمایا: ہماری اس تحریک کا اصل مقصد یہ کہ مسلمانوں کے سارے جذبات پر دین کے جذبہ کو غالب کرکے اور اس راستہ سے مقصد وحدت پیدا کرکے اور ''اکرام مسلم'' کے اصولوں کو رواج دے کے پوری قوم کو اس حدیث کا مصداق بنایا جائے: المسلمون کجسد واحد ۔

(ملفوظات/۱۶۴/۱۴۴/)

ملفوظات حضرت مولانا یوسف صاحبؒ

(۱) فرمایا! ہم نے مُروّجہ طریقہ پر کوئی علحٰدہ جماعت نہیں بنائی۔فرمایا ہم نے اس کام کے لئے کوئی انجمن نہیں بنائی نہ اس کا کوئی دفتر ہے نہ رجسٹر ہے نہ فنڈ ہے یہ سارے ہی مسلمانوں کا کام ہے۔ہم نے مُروّجہ طریقہ پر کوئی علحٰدہ جماعت بھی نہیں بنائی ہے۔جس طرح مسجد میں نماز کے عمل اور مشغلوں والے مسلمان آکر جڑ جاتے ہیں اور نماز سے فارغ ہوکر اپنے اپنے گھروں اور مشغلوں میں چلے جاتے ہیں اسی طرح ہم آپ سب سے کہتے ہیں کہ کچھ وقت کے لیے اپنے اپنے گھروں اور مشغلوں سے نکل کر یہ محنت اور مشق کرلیجئے پھر اپنے گھروں اور مشغلوں میں آکر ان اصولوں کے مطابق لگ جایئے آپ نے اگر یہ چیز محنت کرکے حاصل کرلی تو دنیا بھر کے سائنس والے آپ سے یہ طریقے سیکھنے آئیں گے اور خدا نے چاہا تو آپ دنیا کے امام ہوں گے۔(ملفوظات نمبر ۲۸ ص ۳۱)

(۲) فرمایا! مسلمانوں میں دین کی رسم اور صورت موجود ہے۔اس تبلیغی جدوجہد کا مقصد یہ ہے کہ ان میں دین کی روح اور حقیقت آجائے ان میں دین کے منتشر اجزاء موجود ہیں تبلیغ کا مقصد یہ ہے کہ ان میں پورا دین اپنی صحیح تریت کے ساتھ آجائے یہ چھ نمبر جن پر تبلیغ میں زور دیا جاتا ہے اور جن کی مشق کرائی جاتی ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان صحیح تربیت کے ساتھ دین پر پڑ جائیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام اور آخرت کے ثواب وعذاب پر نظر رکھ کر زندگی گزارنا ان کا مزاج بن جائے۔(ملفوظا ت نمبر ۳۸ ص ۳۷)

(۳) فرمایا تبلیغ کا مقصد کسی خاص چیز کی اشاعت نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعہ ہمیں ہر اس چیز کو زندہ کرنا ہے جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی فلاح کے لئے لے کر آئے اور تدریجی طور پر ہم مسلمانوں کی استعداد کے مطابق عمل پر ڈالتے رہے اس سب کی بنیاد اللہ کی رضا کے لیے گھربار چھوڑنے کی عادت کو عمومیت دینا ہے جتنی یہ چیز عام ہوجائے گی حق تعالیٰ کی رحمت کی بارشیں

عام طور پر نازل ہونی شروع ہو جائیں گی۔(ملفوظات نمبر ۱۴ص ۳۹)

(۴) فرمایا! اس کام میں اجتماعات نہ بنیاد ہیں نہ مقصود بلکہ اپنے نہج نہ ہونے کے بنا پر مضر ہیں۔اس لئے ماہانہ اجتماعات بالکل نہ کیے جائے جاویں ہر جگہ مقامی اجتماعات ہفتہ واری اپنی نوعیت کے ساتھ یعنی پوری شب بیداری کرتے ہوئے اور اوقات کا مطالبہ کرتے ہوئے کیے جا ئیں (ملفوظا ت نمبر ۵۲ ص ۴۳)۔

(۵) فرمایا! ہم یہ چاہتے ہیں کہ بازار سے مسجد تک کا نظام اور مسجد سے بیت اللہ تک کا نظام درست ہو جائے۔ ملفوظات ۱۷۵/صفحہ ۱۰۷)

خلاصۂ کلام: اگر آج بھی تبلیغی جماعت انہی اغراض ومقاصد پر قائم ہے تو اس تحریک سے وابستہ ہونا چاہئے اور اگر اس کیخلاف ہے تو ترک کر دینے میں بھلائی ہے ۔

جاری.............................

مسلمان تاریخ کے آئینہ میں

ازقلم: محمد اسجد قاسمی

آج ہم مسلمان! اپنے حال پر روتے، اس سے ڈرتے، گھبراتے اور بھاگتے ہیں، اور زمانۂ حال کی ناکامیوں کو گنواتے ہوئے، غیر قوموں پر الزام تراشی کرتے ہوئے، انکو اس کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ اور غیر قوموں کی ترقیوں، کامیابیوں کو، ظلم وستم، ناانصافی، دھوکادھڑی کا شیش محل قرار دیتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے اس بات کے منتظر ہیں کہ ایک زمانہ آئے گا جب انکا شیش محل خود بخود ملیامیٹ ہو جائے گا اور ہمیں اپنی کھوئی ہوئی عزت، شان وشوکت، دبدبہ اور حکومت من وسلویٰ کی طرح بیٹھے بیٹھائے مل جائے گی، اسکا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ حکمران قومیں بالکل منصف اور انسانیت کی ہمدرد ہیں، ہاں لیکن صرف انکی سازشوں، اور دجالی اسکیموں کو بہانہ بنا کر ہم اپنی کوتاہیوں پر بھی پردہ نہیں ڈال سکتے، جہاں نہ حکمت عملی ہے، نہ دور اندیشی ہے، نہ قوم وملت کے لئے کچھ کر گذرنے کا جذبہ، جہاں نہ موجودہ حالات سے نپٹنے کے لئے کوئی اسکیم ہے اور نہ ہی آنے والی نسلوں کی فلاح و بہبود کے لئے کوئی تیاری، اور نہ مستقل مزاجی، یہی وجہ ہے کہ ہر جھونکے کے بعد کبھی ہم بدل جاتے ہیں تو کبھی ہماری اسکیم۔

ہاں ! جب بات زمانۂ ماضی کی آتی ہے تو ہم اِترا اِترا کر اپنی تاریخ کو بحیثیتِ تاریخ نہ کہ بحیثیتِ سبق اور عبرت کے اس طرح بیان کرتے ہیں جیسے ہم نے خود زمانۂ ماضی میں جا کر یہ کارنامے انجام دئے ہوں، اور آخر میں ان تمام کامیابیوں، قربانیوں کا سہرا اپنے سر باندھ کر، واپس اپنی اسی بے مقصد زندگی میں گم ہو جاتے ہیں جس کی منزل تو منزل راستے کا بھی ہمیں علم نہیں ہوتا۔

تھے تو آباء وہ تمہارے ہی، مگر تم کیا ہو؟
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو !

یہاں پر! نہ تو مسلمانوں کی ہزار سالہ روشن وتابناک تاریخ کو بیان کرنا مقصود ہے اور نہ ہی دوسو سالہ تاریک تاریخ کو بیان کرنے کا ارادہ ہے، کیونکہ آپ حضرات ماضی کی تابناک تاریخ اور زمانۂ حال کے مشکلات سے بخوبی واقف ہیں۔

یہاں میں ایک خاص نکتہ کی طرف آپ حضرات کو توجہ دلانا چاہتا ہوں! ہمیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر ایک گھر یا دفتر یا کمپنی کو اچھی طرح چلانا ہو تو گھر، دفتر اور کمپنی کے ہر ہر ممبر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے حصہ کے کام کو ضروری سمجھ کر اچھی طرح انجام دینے کے ساتھ ساتھ اور مزید بہتر کرنے کی فکر کرے، تبھی وہ شخص اپنی نوکری اور کمپنی اپنا وجود مارکیٹ میں قائم رکھ سکتی ہے، اور گھر کا نظام صحیح طور پر چل سکتا ہے، ورنہ بصورتِ دیگر خسارہ، نقصان اور آپسی انتشار کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آئے گا ، اسی طرح بحیثیت انسان، رفتارِ زمانہ کے اعتبار سے اور اس ملک ہندوستان کے باشندے ہونے کے اعتبار سے سماجی ورفاہی کام بھی ہم مسلمانوں کے ذمہ ہیں، جنکی انجام دہی کے بغیر ہمیں اس ملک ہندوستان میں سکون سے رہنے نہیں دیا جائے گا، ان کاموں کی فہرست جاننے سے پہلے ضروری ہے، ہم یہ جان لیں کہ اس ملک میں ہم مسلمانوں کی تعداد کتنی فیصد ہے؟ تا کہ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔

اس ملک ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی بیس/۲۰/ فیصد ہے، اب سو فیصد میں سے بیس فیصد سماجی ورفاہیمسلمانوں کے لئے کرنا ضروری تھا اور ہے، جب تک ہم اپنے حصہ کا بیس فیصد انتظامی اور تعمیری کام انجام نہیں دیں گے، اس وقت تک ہم زبوں حالی کے شکار ہوتے رہیں گے، اور ہماری آنے والی نسلیں خش وخاشاک کی حیثیت حاصل کر کے پستی کے اس مقام پر پہنچ جائیں گی جہاں ملک میں حصہ داری، شرعی حقوق اور عزت، تو دور کی بات ہے، بنیادی انسانی حقوق، روٹی، کپڑا، اور

مکان اپنے دین وایمان کا سودا کرنے کے بعد بھی شاید ہی ہم کو میسر ہو۔

اب میں آپ حضرات کے سامنے ان کاموں کی مختصر فہرست پیش کرتا ہوں ،تا کہ ہم اپنا محاسبہ کریں کہ، کیا واقعی ہم مسلمان اپنی تعداد کے اعتبار سے اپنے ملک اور اپنی قوم کی خدمت انجام دے رہے رہیں ؟

(۱) سیاست : پورے ملک میں /۵۴۵/ایم پی MP ہوتے ہیں، جن میں بیس فیصد کے اعتبار سے/108 مسلم ایم پی ہونے چاہیئے ،اسی طرح ہر صوبے میں جتنے فیصد مسلمان ہیں، اتنی سیٹیں مسلم ایم ایل اے اور کارپوریٹر بلاک پرمُکھ اور گاؤں پردھان کی ہونی چاہیئے ۔

(۲) اسکول: پورے ملک میں ۱۹ کروڑ طلباء اسکولوں میں تعلیم حاصل کررہے ہیں، جس کے لئے ساڑھے چودہ لاکھ سے زیادہ اسکول تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں، اب بیس فیصد کے اعتبار سے دولاکھ،نوے ہزار اسکول مسلمانوں کے زیرِ انتظام ہونے چاہیئے۔

(۳) دواخانہ :

(۴) آئی،اے،ایس :ملکی ضرورت/6396 افسروں کی ہے، جس میں سے بیس فیصد یعنی/1280 /مسلمانوں کو تیار کرنا ہوگا، اسی طرح آئی پی ایس افسران کی ضرورت/4802 / کی ہے جس میں سے بیس فیصد/960 / افسراں مسلمانوں کے لئے تیار کرنا ضروری ہے، اور آئی ایف ایس، افسراں کی ضرورت ملک میں/3157 / کی ہے جسکا بیس فیصد/631 / افسران، مسلم جماعت کو دینا ہے۔

ان تمام شعبوں میں ہماری کارگردگی صفر ہے، آج اگر مسلم قوم کسی سیاسی مصیبت میں پڑ جائے تو انہیں کوئی قدآور مسلم سیاستداں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا اور اگر ایک آدھ مل بھی جائے تو انکی حیثیت راستہ میں پڑے اس پتھر کی سی ہوتی ہے جو آرام کے بجائے تکلیف ہی پہنچاتے ہیں، اور مسئلہ کو سلجھانے

کے بجائے وہ خود ایک مسئلہ بن جاتے ہیں۔

آج لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں باصلاحیت بچے، نوجوان، مسلم لڑکے اور لڑکیاں غیروں کے اسکولوں میں جا کر، اپنی شناخت کھو کر، یا تو غیروں کی تہذیب اور ذہنیت کو بڑھاوا دیتے ہیں یا پھر تعصب کا شکار ہو جاتے ہیں، جس سے انکی صلاحیت اور زندگی دونوں برباد ہو جاتی ہے۔

دواخانہ کی اہمیت کا کون انکار کرسکتا ہے، آج ہمارے پاس اچھے دواخانے اور نرسنگ ہوم نہیں ہے، جبکہ یہ ملک وقوم دونوں کی بنیادی ضرورتوں میں سے ایک اہم ضرورت ہے، جہاں ہمیں اپنی کمائی کا دس فیصد حصہ صرف کرنے کے باوجود خسارے کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آتا، جہاں ہمیں چھوٹی موٹی بیماریوں اور نارمل ڈلیوری کے وقت بھی آپریشن جیسے سخت ترین مرحلہ سے گذرنا پڑتا ہے، اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہمارا مال تو مال جسم، نسلیں اور غیرت تک برباد ہو جاتی ہیں۔

بااثر افسران، ماہر وکلاء اور قانونی داؤں پیچ کے ماہرین کی جتنی زیادہ ضرورت مسلم سماج کو اس وقت ہے شاید ہی کسی زمانہ میں رہی ہو، دہشت گردی کے جھوٹے الزامات، مسلم پرسنل لاء، طلاقِ ثلاثہ، اذان، مسجدوں، مدرسوں، خانقاہوں کی تعمیر وحفاظت، قربانی اور پردہ جیسے پاکیزہ، مہذب، فطری، مذہبی، قوانین کے ساتھ کھلواڑ نے اگر اب بھی ان عہدوں کی اہمیت کو ہمارے سامنے اجاگر نہیں کیا، تو ہمیں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت امام مہدی کا نہیں بلکہ حضرت عزائیلؑ اور صور اسرافیل کا منتظر رہنا چاہئے۔

ہم اور ہماری تاریخ

زمانۂ ماضی کی ہزار سالہ روشن تاریخ کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے کسی بھی میدان میں غلامی اور غیر قوموں کی ماتحتی کو قبول نہیں کیا، بلکہ رفتارِ زمانہ کے اعتبار سے ہر دور میں انسانی ضرورتوں کو بہتر سے بہترین طور پر پورا کرنے کی ہمارے اسلاف نے بھرپور کوششیں کی ہیں، اور یہ بھی انسانی فطرت ہے کہ جس قوم سے انسانوں کی ضرورتیں بہتر طور پر پوری ہوتی ہوں، انسان اس قوم کی طرف

بغیر دعوت کے کھچا چلا جاتا ہے اور انکو اپنا رہبر و لیڈر مان کر انکے پیچھے چلانا شروع کر دیتا ہے، پھر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کل تک جو قوم خادم بن کر لوگوں کی ضرورتوں کو بہتر طور پر پورا کر رہیں تھی وہ اب حاکم بن جاتیں ہیں، اور عزت، شان و شوکت، دولت و حشمت انکے در کی غلام و باندی بن جاتیں ہیں، پھر جب تک وہ قوم ایجادات اور ضروریات کے میدان میں خادم بنی رہے گی دوسری قومیں انکو اپنا لیڈر اور حاکم مانتی رہیں گی، اور جونہی ان سے خادمیت کی صفت معدوم ہوگی نتیجۃً حاکمیت اور اسکے لوازمات بھی ان سے خود بخود معدوم ہو جائیں گے، پھر غلامی اور ماتحتی انکا مقدر بن جائیں گی، اور یہی اس دنیا کے مسلمانوں کے ساتھ ہوا، اور ہو رہا ہے۔

زمانۂ ماضی کی چند اہم ایجادات

یوں تو زمانۂ ماضی میں مسلم سائنسدانوں نے انسانی ضرورتوں کے لحاظ سے بہت سی چیزیں ایجاد کی، اور خداداد صلاحیت کے ذریعہ مسلمانوں کو ہزار سالہ روشن تاریخ دینے میں اہم کردار ادا کیا، جن میں سے بطورِ نمونہ چند ایجادات کو بیان کرتا ہوں۔

(۱) گھڑی : عیسائی مؤرخ ڈاکٹر ڈریپر کہتے ہیں کہ گھڑی مسلمانوں کی ایجاد ہے، خلیفہ ہارون رشید نے ۸۰۷ھ عیسوی بادشاہ شارلمین کے دربار میں ایک گھڑی بھیجی تو درباریوں نے حیرت سے اسے جادو خیال کیا۔ ملاحظہ ہو زبدۃ الصحائف، اصول المعارف ۔

(۲) قطب نما : عیسائی مؤرخین ڈاکٹر لیبان اور موسیو یو کہتے ہیں کہ قطب نما جس کے بغیر سمندر کا راستہ طے ہونا ناممکن ہے، مسلمانوں ایجاد ہے، (تمدن عرب)

(۳) تیزاب : ڈکٹر ڈریپر کی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ تیزاب عربوں نے ایجاد کیا ہے۔

(۴) بارود : عیسائی مؤرخ جرجی زیدان فرماتے ہیں کہتے ہیں کہ بارود مسلمانوں کی ایجاد

ہے،مسلمانوں نے ایجاد کر کے اہل یورپ کو سکھائی اور خوبی یہ ہے کہ بارود کے اجزاء آج بھی وہی ہیں اوراسی تناسب ومقدار میں ہیں جو عربوں نے ترتیب دیئے تھے(تمدن عرب)

(۵)علم طب: ساری دنیا کو تسلیم ہے کہ علم طب جس سے امراض بدن کا علاج ہوتا ہے وہ اپنی موجودہ شکل میں مسلمانوں کی ایجاد ہے۔

(٦) بندوق : دنیا نے سب سے پہلے بندوق شہنشاہ بابر کے ہاتھ میں دیکھی، یا تو خود اس کی ایجاد تھی یا کسی ترک کی۔

(۷) انجینیر نگ: فرانسی مؤرخ موسیو لکھتا ہے کہ مسلمانوں نے نویں صدی عیسوی سے پندرہویں صدی عیسوی تک بیش بہا ایجادات کی ہیں،انجینیر نگ کے اہم انکشافات انہی کی ایجاد ہے(ہسٹو رینس آف دی ورلڈ)

(۸) تمام علومِ یونانی : مسٹر ہانڈ کہتے ہیں کہ تمام علومِ یونانی کا بڑا حصہ جو اصلی ذریعہ سے ہم تک یعنی یورپین قوموں تک پہونچا ہے وہ پہلے پہل ہم کو عربوں نے عنایت کیا تھا ملاحظہ ہو، ہسٹو رنیس ہسٹری آف دی ورلڈ۔

ایک آخری اور اہم گذارش

دنیا میں چار قسم کے دماغ پائے گئے ہیں :

(ا) وہ دماغ جو بغیر کسی کے سکھائے ، پڑھائے ، بتلائے ،خود کام کرے اور نئی نئی چیزیں ایجاد کرے۔

(۲) وہ دماغ جو دوسروں کی حالت کو صرف دیکھ کر سبق حاصل کرے۔

(۳) وہ دماغ جو خود نقصان اٹھانے اور دوسروں کے سمجھانے کے بعد سنبھل جائے۔

(۴) وہ دماغ جو خود نقصان اٹھانے اور دوسروں کی حالت دیکھنے اور دوسروں کے

سمجھانے بعد بھی اپنی حالت درست نہ کرے۔

اب میں آپ حضرات پر فیصلہ چھوڑتا ہوں کہ آپ حضرات خود ہی غور کریں کہ دورِ حاضر میں ہم مسلمانوں کا دماغ کس نمبر کا ہے؟ اور یاد رہے کہ وہی قوم ترقی کرتی ہے جس کا دماغ پہلے نمبر کا ہو یا کم از کم دوسرے نمبر کا ہو۔

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن، تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن، تم ہو

گوشۂ خواتین (ایک لمحۂ فکریہ)

ازقلم: محمد صادق قاسمی

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے عورتوں کوایک خاص انداز اور پیرائے میں وجود بخشا، انہیں اگر جسمانی طور پر پھولوں کی طرح نازک بنایا ہے، تو ذہنی اور روحانی طور پر پہاڑوں جیسی مضبوطی عطاء کی ہے یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو ہمارے معاشرے میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے، اور ہر فرد پر اس صنف نازک کا ایک گہرا اثر پڑتا ہے، اگر یہ کہا جائے کہ خواتین کو ہمارے معاشرے میں ایک نمونہ، سانچہ اور ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے تو مبالغہ نہ ہوگا، اللہ سبحانہ نے انہیں معنوی طور پر ایسی قوتوں سے آراستہ فرمایا ہے جن سے یہ مشکل حالات کا سامنا خاموشی اور صبر وتحمل کے ساتھ کر جاتیں ہیں، اور وقت آنے پر یہ صنف نازک شعلہ بن کر لوہے کو بھی پگھلانے کی صلاحیت رکھتی ہیں، اور جب بعض اوقات مرد حوادث زمانہ کی بناء پر مایوس و ناامید ہو جاتا ہے تو یہی صنف نازک اسے حوادثات سے لڑنے اور طوفانوں کے رخ کو موڑنے کی صلاحیت پیدا کرنے کا ذریعہ بن جاتیں ہے۔

اور اگر آپ تاریخ کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کریں تو آپ کے سامنے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی خواتین زمانہ نے جس طرزِ زندگی اور لائف اسٹائل کو اپنانے کی کوشش کی ہے وہی طرزِ زندگی تیزی کے ساتھ اقوام عالم میں ابھر کر آئی ہے، اس لئے کہ مردوں اور بچوں کا رہن سہن، طور طریق اور پہناوا، عام طور پر خواتین کے مزاج پر موقوف ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جس گھر کی عورتیں سخی، سلیقہ مند، باادب، باپردہ اور دیندار ہوتیں ہیں فطری طور پر اس گھر کے افراد پر ان تمام خوبیوں کا گہرا اثر پڑتا ہے، حتیٰ کہ آس پڑوس کے لوگ جن کا بھی اس خاندان سے میل جول ہوتا ہے ان میں بھی کہیں کہیں ان خوبیوں کی جھلک پائی جاتی ہے۔

چونکہ خواتین نازک ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرے اور سماج کے حالات وہیئت کو بدلنے کا ایک خاص ہنر رکھتی ہیں جس کی بناء پر ان کی ذمہ داریاں بھی بڑھ جاتی اسی وجہ سے اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے بھی اس صنف نازک کے لئے مردوں کے مقابلہ میں نیکی راہیں آسان کر دی ہیں، بیچارے مرد کو نیکی کمانے کے لئے بڑی محنت اور مشقت اٹھانی پڑتی ہے، ایک نیکی کرنے کے لئے صرف ارادہ ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ جان و مال اور وقت لگانا پڑتا ہے تب جا کر کوئی نیکی وجود میں آتی ہے۔اس کے بالمقابل عورتیں ہیں کہ ان پر اللہ کی رحمت ایسی مہربان ہے کہ بہانے بنا بنا کر بے شمار اور بے پناہ ثواب ان کے نامۂ اعمال میں چڑھایا جاتا ہے، انہیں اس ثواب کو حاصل کرنے کے لئے نیت اور ارادہ کی بھی کوئی خاص ضرورت نہیں ہوتی ،

چنانچہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ بچے کو ماں کے دودھ پلانے میں ہر گھونٹ کے چوسنے پر ایک جان کو موت سے بچانے کا ثواب ملتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب عورت حاملہ ہوتی ہے تو اسے اللہ کے راستہ میں روزہ رکھ کر جہاد کرنے اور رات بھر عبادت کرنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا رات کو بچے کے جاگنے سے ماں کو جاگنے پر ستر/۷۰ غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ عورت کو گھر کے کام کاج کی محنت پر بھی اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔

مگر افسوس کہ آج ہماری مائیں بہنیں یہ بھول گئی کہ ان پر اللہ کی رحمت کیسی مہربان ہے، یہ دین سے بہت دور ہوتی چلی جا رہی ہیں، ان میں طرح طرح کے ڈیزائن دار کپڑوں اور کلر میچنگ کا شوق بڑھتا ہی جا رہا ہے، فیشن اور غیروں کی طرز زندگی کو اپنانے کی دُھن نے انہیں بے پردگی اور عریانت

کے ٹھیلوں پر بِکنے والی سب سے بے قیمت شئ بنا دیا ہے، بناؤ سنگار، نقش ونگار کی دیوانگی نے اِس صنف نازک کے چہروں سے فطری جاذبیت و معصومیت کو بالکل جلا کر رکھ دیا ہے، سیر وتفریح اور پکنک پر جانے کے جذبہ نے انہیں خود ایک سیر وتفریح کا سامان بنا دیا ہے، اِس جذبہ نے اُن سے اِحساس نِسوانیت کو ختم کر دیا ہے، مال و دولت، عیش و عشرت، وقتی شہرت اور نقلی عزت نے انکی پاکدامنی اور عفت کی چادر کو تار تار کر دیا ہے۔

اس لئے آج ضرورت اس بات کی ہے کہ خواتین حضرات دینی اور دنیوی اعتبار سے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں، لغویات اور وقتی دلچسپیوں سے اپنے آپ کو علیحدہ رکھیں، شیطانی چمک دمک اور دجالی دل بہلانے والی اسکیموں سے اپنے آپ کو دور رکھیں اور دور حاضر کے حالات وحوادثات کے اعتبار سے اپنے کردار کو دینی معیار کے مطابق ڈھال کر، اپنی آل واولاد اور آنے والی نسلوں کو ہر اعتبار سے نمونہ اور آئیڈیل بنائیں، اور اپنی اہمیت اور صلاحیت کو باقی رکھ کر، دین اسلام اور سنت محمدی کو زندہ کریں۔ جن کے وجود نے اس صنف نازک کے وجود کو ایک نئی زندگی بخشی، کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ عورت کا وجود اس دنیا میں صرف وقتی تسکین کا سامان بن جائے۔ اور زمانۂ جاہلیت کی طرح اِس دور میں بھی ہوس کے پجاریوں کے ذریعہ ایسے قوانین بنا دئے جائیں جن میں عورت ذات کی حقیقت صرف ایک کھِلونے والی گُڑیا سے زیادہ کچھ نہ ہو۔ جس گُڑیا کا انجام ٹوٹنا، گُم ہو جانا یا پھر نئی مل جانے کے بعد پُرانی کو کوڑے دان میں ڈالدینے اور پھینک دینے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔

آپکے مسائل کا شرعی حل

(ضبط ولادت)

(۱) -کوئی بھی ایسا عمل جس کا مقصد نسل انسانی کے سلسلے کو منقطع یا محدود کرنا ہو اسلام کے بنیادی تصورات کے خلاف اور نا جائز ہے۔

(۲)- بطور فیشن، خاندان کو مختصر رکھنے یا تجارت و ملازمت کی مشغولیتوں کے متاثر ہونے یا سماجی دلچسپیوں میں رکاوٹ پیدا ہونے کی وجہ سے اولاد کی ذمہ داری سے انکار و گریز کو شریعت اسلامی کسی حال میں قبول نہیں کر سکتی۔

(۳)- جو خواتین بلند معیارِ زندگی کے حصول یا زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے کی خاطر نوکریاں کرنا چاہتی ہیں اور اپنے مقصدِ تخلیق اور اُس مُقدس فریضہ کو بھول جاتی ہیں جو قدرت نے نسل انسانی کی ماں کی حیثیت سے ان پر عائد کیا، اِن مقاصد کی خاطر خاندان کو محدود کرنے کا تصور قطعاً غیر اسلامی ہے۔

(۴)- جو بچہ موجود ہے اس کی پرورش، رضاعت، اور نشو نما میں اگر ماں کے جلد حاملہ ہونے کی وجہ سے نقصان کا خطرہ ہے تو ایسی صورت میں مناسب وقفہ قائم رکھنے کی خاطر عارضی مانع حمل تدابیر اختیار کرنا جائز ہے۔

(۵)-دائمی منع حمل کی تدابیر کا استعمال مردوں کے لئے کسی بھی حال میں درست نہیں ہے، عورتوں کے لئے بھی منع حمل کی مستقل تدابیر ممنوع ہیں، سوائے ایک صورت کے، وہ استثنائی صورت یہ ہے کہ ماہر قابل اعتماد اطباء کی رائے میں اگلا بچہ پیدا ہونے کی صورت میں عورت کی جان جانے یا کسی عضو کے تلف ہو جانے کا ظن غالب ہو تو اس صورت میں عورت کا آپریشن کرا دینا تا کہ استقرار حمل نہ ہو سکے جائز ہے۔

(۶)-عارضی منع حمل کی تدابیر اور ادویہ کا استعمال بھی عام حالت میں جائز نہیں۔

(۷)-چند استثنائی صورتوں میں عارضی منع حمل کی تدابیر و ادویہ کا استعمال مردوں اور عورتوں کے لئے درست ہے، مثلاً :

☆ عورت بہت کمزور ہے۔ ماہر اطباء کی رائے میں وہ حمل کی متحمل نہیں ہو سکتی اور حمل ہونے سے اسے شدید ضرر لاحق ہونے کا قوی اندیشہ ہو۔

☆ ماہر اطباء کی رائے میں عورت کو ولادت کی صورت میں نا قابل برداشت تکلیفوں اور ضرر میں مبتلاء ہونے کا خطرہ ہو۔

پلاسٹک سرجری

(۱)-جسمانی عیب دور کرنے کے لئے پلاسٹک سرجری جائز ہے، اور عیب سے مراد جسم میں پائی جانے والی ایسی صورت ہے جو معروف و معتاد اور عمومی تخلیقی کیفیت سے مختلف ہو، چاہے پیدائشی عیب ہو یا بعد میں پیدا ہو جائے۔

(۲)-جسمانی تکلیف کے ازالہ کے لئے اگر ڈاکٹر کا مشورہ ہو، پلاسٹک سرجری جائز ے۔

(۳)-درازی عمر کی وجہ سے طبعی طور پر انسان کی ظاہری حیثیت میں جو تغیر آتا ہے، جیسے جھریوں کا پیدا ہو جانا وغیرہ، ان کو ختم کرنے کے لئے پلاسٹک سرجری جائز نہیں ہے۔

(۴)-ناک اور دوسرے اعضاء، خلقی طور پر کم خوبصورت اور غیر مناسب ہوں، مگر انسان کی عمومی معتاد خلقت کے دائرے سے باہر نہ ہوں تو زینت اور محض خوبصورتی کے لئے پلاسٹک سرجری جائز نہیں ہے۔

(۵)-اپنی شناخت چھپانے کے لئے پلاسٹک سرجری جائز نہیں، سوائے اس کے کہ مظلوم کو ظالم سے بچنے کے لئے ایسا کرنا پڑے۔